ماہنامہ
گوجرانوالہ

فلاح آدمیت

NOVEMBER 2007

نومبر
2007

Reg: CPL No. 80

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

اللہ

محبت — صداقت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

- ☆ موجودہ دور کے عظیم صوفی اور بانی سلسلہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی تعلیم کا علمبردار۔
- ☆ رُہبانیت اور شرک سے پاک اور قرآن و سنت کے عین مطابق راہ فقر کی تعلیم کا داعی۔
- ☆ وحدتِ اُمت، اکرام انسانیت اور فلاح آدمیت کا ترجمان۔
- ☆ فرقہ واریت، غصہ اور نفرت ختم کر کے عالمگیر محبت اپنانے کا نقیب۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

منشور دعوت

وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِىْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً
وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ
وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ط

الاعراف ۔ 205

ترجمہ

اپنے رب کو اپنے دِل میں عاجزی اور ڈر کے
ساتھ، اُونچی آواز نکالے بغیر، صبح وشام
یاد کرو۔ اور غافلوں میں سے نہ ہونا۔

ماہنامہ
آدمیت فلاح
گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیادگار خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

نگران و سرپرست
محمد صدیق ڈار صاحب توحیدی
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

جلد 11 شمارہ 2 نومبر 2007، شوال 1428ھ

ایڈیٹر وحید احمد

قیمت ——— /20- روپے
سالانہ فنڈ ——— /200- روپے

شیخ سلسلہ سے رابطہ کیلئے:
محمد صدیق ڈار توحیدی
مرکز تعمیر ملت نزد وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph:055-3862835
Mob: 0300-6493335

ایڈیٹر سے رابطہ کے لئے:
وحید احمد
تھانہ روڈ بلدیہ مارکیٹ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ
Ph:055-3881379
Mob:0300-7409533

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراجدین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

Fax: No. +92-55-4222020
E-mail: tohidia@hotmail.com

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

اس شمارے میں

مضمون	مصنف	صفحہ نمبر
درس قرآن	ڈاکٹر غلام مرتضیٰ	1
تقویٰ	مولوی نذیر توحیدی	11
جنت دوزخ	پیر خاں توحیدی	15
فکر آخرت	غضنفر علی	22
انوار اولیاء	ایم طالب	27
شک، تجسّس اور غیبت	امتیاز احمد	29
شاہین شہ لولاک	عبدالرشید ساہی	35
فتح وغلبہ کے دو الٰہی نظام	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	38
پاکستان کس کی جاگیر	جسٹس (ر) کے ایم صمدانی	45
عہد نبوت میں اسلام کی آزمائش	استاذ فتحی یکن	47
حرب اسلامی اور دفاع پاکستان	کرنل فضل ربی	56

درس قرآن

(ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰؒ)

التوبہ

نام

اس سورۃ میں اہل ایمان میں سے کچھ لوگوں کی خصوصی توبہ اوراس کی قبولیت کا ذکر ہے اس مناسبت سے اس سورۃ کا نام "التوبہ" اورمشرکین سے براءت کے اعلان کی وجہ سے اس کوسورۃ "البراءت" بھی کہتے ہیں۔

زمانہ نزول

اس سورۃ کے نزول کا زمانہ مدنی دور کا آخری زمانہ یعنی 9ہجری ہے۔

عدم ذکر تسمیہ

عام سورتوں کی طرح اس سورۃ کے آغاز میں تسمیہ مذکور نہیں امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریمﷺ نے اس کے آغاز میں بسم اللہ نہیں لکھوائی تھی اور بعد میں آپ ؐ کا اتباع کرتے ہوئے یہی سلسلہ جاری رہا۔

مضامین

سورۃ کے مضامین کو یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

الف۔سورۃ کے آغاز میں مشرکوں کیلئے تمام معاہدوں کی منسوخی کا اعلان ہے۔واقعات کی ترتیب کے اعتبار سے روایات میں اس کا تذکرہ یوں ملتا ہے:۔

9ہجری میں سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو امیر حج بنا کر نبی کریمﷺ نے روانہ فرمایا۔قافلہ کی روانگی کے بعد ان آیات کا نزول ہوا تو آپ نے سیدنا علیؓ کو روانہ کیا کہ حج کے موقع پر یہ اعلان کر دیں کہ "مشرکین سے اللہ اوراس کا رسول بری ہیں" گویا اب مکہ کو دارالاسلام قرار دیا جا چکا ہے،اس

لئے بیت اللہ میں ہونے والی ساری مشرکانہ رسوم اور جاہلیت کے اطوار ختم کئے جاتے ہیں۔ بیت اللہ جس کی بنیاد ہی وحدت الٰہی کے اظہار کیلئے تھی، آئندہ اس میں کوئی مشرک داخل نہ ہو سکے گا اور کعبے کا انتظام اہل ایمان کے ہاتھ میں ہوگا۔

ب۔ خطہ عرب میں اسلام کے پھیل جانے کے بعد دوسرا مرحلہ عرب کی سرزمین سے باہر اسلام کو پھیلانا تھا۔ اس سلسلے میں اس دور کی دو بڑی طاقتوں روم اور ایران کے ساتھ مقابلہ ازبس ضروری تھا۔ اس مقابلے کیلئے غیر مسلم تہذیبوں کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے تھا، اس کیلئے ہدایات دی گئیں اور کہا گیا کہ اگر یہ لوگ اسلام کے پیغام حق کو قبول نہ کرنا چاہیں تو ان کے ساتھ معاملہ یوں گا کہ یہ لوگ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کیلئے رکاوٹ نہ بنیں اور مسلمانوں کے باج گزار بن کر رہیں اور اگر یہ کفار اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں رکاوٹ بنیں یا جزیہ ادا کر کے مسلمانوں کی عملداری اور عظمت کو تسلیم نہ کریں تو ان کے ساتھ قتال کیا جائے گا۔

ج۔ حالات کے پیش نظر منافقین کے ساتھ تا حال چشم پوشی کا معاملہ تھا۔ اب جبکہ بیرونی خطرات کا دباؤ کم ہو رہا تھا تو ہدایت کی گئی کہ آئندہ منافقین کے ساتھ کسی طرح کی نرمی نہ برتی جائے۔ منافق تا حال سویلم نامی شخص کے گھر میں جمع ہو کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کیا کرتے تھے۔ اس گھر کو جلا دیا گیا۔ اسی طرح مدینہ کے باہر کے مضافات میں منافقین نے غیر مسلموں کی ملی بھگت سے ایک مسجد نما عمارت تعمیر کی تا کہ یہاں بیرونی سازشیوں کو ٹھہرایا جا سکے۔ اس مسجد کو تعمیر کرنے کے بعد ان لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کو دعوت بھی دی کہ آپ اس مسجد میں نماز ادا کریں۔ آپ نے وعدہ فرمایا مگر جب وحی کے ذریعے سے اس سلسلے کے حقائق سامنے آئے تو اس ''مسجد ضرار'' کو گرا دیا گیا۔

د۔ اہل ایمان میں مخلصین و صادقین کا ایک طبقہ موجود تھا جو اخلاص کے باوجود عملی میدان میں کوتاہی اور سستی کا ارتکاب کرتے تھے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر بھی بعض صحابہ کرامؓ سے ایسی ہی

ایک بات سرزد ہوگئی ۔ان کو بھی متنبہ کر دیا گیا کہ زمانہ جنگ میں اس قسم کی سستی اور کاہلی شدید نقصان کا باعث بن سکتی ہے ۔نیز یہ واضح کر دیا گیا کہ ایسے مواقع آئندہ دعوائے ایمان کو پرکھنے کا باعث بن سکتے ہیں ۔جو شخص ایسے مواقع پر کوتاہی کرے گا،اس کا دعوائے ایمان معتبر نہ ہوگا۔

پس منظر

اس سے قبل ہم سورہ مائدہ میں اشارتاً ذکر کر چکے ہیں کہ کفار مکہ اور مسلمانوں کے درمیان 6ہجری میں حدیبیہ کے مقام پر ایک معاہدہ ہوا تھا جس کے باعث مسلمانوں کو امن وسکون کے ساتھ دعوتِ اسلام پھیلانے کا موقع مل گیا ۔مگر بعد کے چند واقعات کی بناء پر جب اس معاہدے سے براءت کا اعلان کر دیا گیا تو مسلمانوں کی دینی، معاشرتی اور تہذیبی عظمت فتح مکہ کی صورت میں جلوہ گر ہوئی۔ پورا عرب اس انقلاب سے متاثر ہوا تو کفار کے بچے کھچے قبائل یعنی بنو ہوازن، بنو ثقیف، بنو نضر اور بنو جشم نے حنین میں اپنی طاقت مجتمع کر کے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی ۔نبی اکرم ﷺ کو جب اطلاع ملی تو آپؐ نے حنین کی جانب پیش قدمی کی ۔ نظام جاہلیت نے خطہ عرب میں حنین کے میدان میں آخری ہچکی لی اور اس کے ساتھ ہی جاہلیت کی رسوم عرب کے خطہ میں دم توڑ گئیں ۔لوگ جوق در جوق دین اسلام اپنانے لگے۔سورۃ النصر میں باری تعالیٰ نے اسی کی منظر کشی فرمائی ہے ۔

غزوہ موتہ

نبی اکرم ﷺ نے خطہ عرب کے معاملات کو منظم کرنا اور دعوتِ اسلام کیلئے گرد و پیش کے علاقوں میں وفود روانہ کرنا شروع کر دیئے ۔رومی سلطنت کے زیر اثر قبائل نے آپؐ کے ایک ایسے ہی وفد کے 15 ارکان کو شہید کر ڈالا ۔بصرہ کے رئیس نے نبی اکرم ﷺ کے نمائندہ حارثؓ بن عمیر کو شہید کر دیا۔ان حالات کے پیش نظر آپ نے 8ہجری کے اواخر میں تین ہزار مجاہدوں کو شام کی جانب روانہ کیا۔رئیس بصرہ ایک لاکھ کی سپاہ کے ساتھ موتہ کے مقام پر مقابلے پر آ گیا مگر

اس کو منہ کی کھانی پڑی۔ رومیوں کے ان حواریوں کی شکست کے نتیجے میں شام اور عراق کے بے شمار قبائلی رومی سلطنت سے کٹ کر دین حق کی طرف مائل ہو گئے۔ اس دور میں ایک اور عجیب واقعہ رونما ہوا کہ رومی سپاہ کا جرنیل فروہ بن عمر الجذامی مسلمان ہو گیا۔ قیصر روم نے اول اس کو دھمکایا، پھر لالچ دیا مگر جب فروہؓ نے اسلام ترک کرنے سے انکار کیا تو اُس کو سزائے موت دے دی گئی۔

اس صورتِ حال کے پیش نظر قیصر روم کو خطرے کی گھنٹی سنائی دی تو اس نے فوجی تیاریاں شروع کر دیں۔ غسانی قبائل اور عرب سردار بھی اپنی طاقت کو جمع کرنے لگے۔ جب آپ کو اطلاع ملی تو آپ نے بوجوہ اس عظیم طاقت کے ساتھ ٹکرانے کا فیصلہ کر لیا۔ حالانکہ ان دنوں حالات انتہائی سنگین تھے۔ فصلیں پکنے کو تھیں۔ منافق چھپر اگھونپنے اور کفار مسلمانوں کو مٹانے پر تلے ہوئے تھے۔ گرمی کی شدت، بے سرو سامانی اور سواریوں کا فقدان ایک مستقل مسئلہ تھا۔ آپ نے اس نازک موقع پر اپنی عادت اور قاعدہ کے خلاف تیاری کے دوران ہی میں مجاہدین کو صورتِ حال اور منزل سے آگاہ فرما دیا۔ یہی وہ معرکہ تھا جس میں ہر شخص نے اپنی ہمت اور بساط سے بڑھ کر حصہ لیا۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ایک بڑی رقم پیش کی، سیدنا عثمانؓ 300 اونٹ مع اسباب اور بہت سی اشرفیاں، سیدنا عمرؓ نے عمر بھر کی کمائی کا نصف جبکہ سیدنا صدیق اکبرؓ نے گھر کا سارا سامان لا کر آپ کے قدموں پر نثار کر دیا۔ عورتوں نے اپنے زیورات تک اُتار کر پیش کر دیئے۔ اس موقع پر بے شمار رقت انگیز اور روح پرور مناظر دیکھنے میں آئے۔ بعض لوگوں کے شوق جہاد اور بے سرو سامانی کے باعث نبی اکرم ﷺ کا دل بھر آیا۔ ۹ ہجری میں ۳۰ ہزار مجاہدوں کا یہ قافلہ شام کی جانب روانہ ہوا تو سواریوں کی کمی کے باعث ایک اونٹ پر کئی کئی افراد باری باری سوار ہوتے رہے۔ مسلمانوں کے عزم صادق اور جانفروشی کی اطلاعات قیصر روم تک پہنچ گئیں۔ اس نے سابقہ حالات اور غزوہ موتہ کے تجربات کے پیش نظر پہلوتہی ہی میں عافیت سمجھی اور وہ مقابلہ

سے کنی کترا گیا۔

نبی اکرم ﷺ نے 20 روز تک تبوک میں قیام فرمایا اور چھوٹی چھوٹی ریاستیں جو ابھی تک عیسائیوں کے زیر اثر تھیں، ان کو ایمان کی دعوت دی۔ کچھ نے ایمان اور باقی نے جزیہ کی ادائیگی کو منظور کر لیا۔ اس طویل سفر اور حالات کی شدت کو برداشت کرنے کا فائدہ یہ ہوا کہ لڑائی کے بغیر ہی مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی اور جاہلیت کے علمبردار جو اب تک مسلمانوں کو ملیا میٹ کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے، وہ مایوس ہو گئے۔ ان میں سے بعض لوگ حلقہ اسلام میں شامل ہو گئے اور جن کی قسمت نے یارا نہ کیا، ان کی اولادیں مشرف با سلام ہو گئیں۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورہ توبہ مدینہ منورہ کے آخری دور سے متعلق ہے اور اس سورہ میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان مشرکین سے براءت کا اظہار کر رہے ہیں، جنہوں نے بار بار مسلمانوں کے ساتھ عہد شکنی کی ہے۔

براءۃ من اللّٰہ و رسولہ الی الذین عاھدتم من المشرکینo

''(اے اہل اسلام! اب) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے مشرکوں سے جن سے تم نے عہد کر رکھا تھا، بیزاری (اور جنگ کی تیاری) ہے''۔ (التوبہ: 1)

کیونکہ یہ تمہارے معاملے میں نہ تو قرابت داری کا پاس کرتے ہیں اور نہ معاہدے کا اور جب انہیں موقع ملتا ہے، یہ عہد توڑ کر تمہارے خلاف ہو جاتے ہیں اور تمہیں نقصان پہنچاتے ہیں۔ اب ان کو چار ماہ کی مہلت دے دو (کہ حرمین کے علاقے میں گھوم پھر لیں) اس کے بعد انہیں آزادی ہے کہ چاہیں تو اسلام قبول کر لیں اور چاہیں تو کسی دوسرے علاقے میں جا کر آباد ہو جائیں۔ اس لئے کہ مکہ معظمہ کا علاقہ اسلام کا قلعہ ہے۔ اس قلعے میں ففتھ کالمسٹ لوگوں کی قطعی

گنجائش نہیں۔ہاں ایک بات ہے اور وہ یہ اگر یہ بقائمی ہوش وحواس ایمانداری سے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر لیں تو دین میں یہ تمہارے بھائی ہیں۔لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد یہ پتا کیسے چلے گا کہ انہوں نے سچ مچ اسلام قبول کرلیا؟

قبول اسلام کی علامات

اس کے بعد قبولیت اسلام کی دو علامتیں بتائی گئیں ایک تو یہ ہے کہ یہ نماز باقاعدگی سے ادا کریں گے اور دوسرے زکوٰۃ دیتے رہیں گے۔یعنی جن لوگوں میں یہ علامات نہیں پائی جاتیں، ان کا اسلام اور ایمان مشکوک رہتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فان تابوا واقامو الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ فخلو سبیلھم۔ (التوبہ:5)

''کہ اگر انہوں نے توبہ کر لی، نماز قائم کر لی، زکوٰۃ ادا کرنے لگے تو ان کا ارادہ چھوڑ دو اور ان سے کوئی تعرض نہ کرو۔(کیونکہ یہ تمہاری اسلامی برادری میں شامل ہو چکے ہیں)''۔

اسلامی برادری میں شمولیت کیلئے تین شرائط

اولاً: کفر سے توبہ کرنا اور اسلام قبول کرنا۔

ثانیاً: نماز قائم کرنا۔

ثالثاً: زکوٰۃ ادا کرنا۔

باقی باتیں آہستہ آہستہ خود بخود آتی چلی جائیں گی۔

اس کے بعد اس بات کا تذکرہ ہے کہ ان مشرکوں سے عہد و پیمان کیونکر ہو سکتا ہے۔ان کا اپنا حال تو یہ ہے کہ اگر وہ تم پر غلبہ پالیں تو کسی عہد و پیمان اور قرابت و رشتہ کا لحاظ نہ کریں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

کیف وان یظھروا علیکم لا یرقبوا فیکم الا ولا ذمۃً۔ یرضونکم

بافواھھم و تابی قلوبھم واکثرھم فسقون o

''(بھلاان سے عہد) کیسے پورا کیا جائے (جب کہ ان کا یہ حال ہے) کہ اگر وہ تم پر غلبہ پا لیں تو نہ قرابت کا لحاظ کریں گے نہ عہد کا (کیونکہ) یہ منہ سے تو تمہیں خوش کر دیتے ہیں لیکن ان کے دل (ان باتوں کو) قبول نہیں کرتے اور ان میں اکثر نافرمان ہیں۔'' (التوبہ:8)

ان کی اسی بات کو مزید واضح کر کے یوں ذکر فرمایا:۔

لا یرقبون فی مومن الا ولا ذمۃً (التوبہ۔10)

''یہ لوگ کسی مومن کے حق میں نہ تو رشتہ داری کا پاس کرتے ہیں اور نہ عہد کا''۔

اس مقام پر اہل ایمان کو مزید ہدایات دینے سے قبل ایک شبہ کا ازالہ فرمایا کہ یہ اہل مکہ تو نیکی وخیر خواہی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ کیونکہ وہ بیت اللہ کی تعمیر، اس کی نگرانی اور صفائی وستھرائی کے ذمہ دار ہیں نیز یہ کہ وہ بیت اللہ کی زیارت کرنے کیلئے آنے والے لوگوں کی میزبانی کرتے ہیں۔ ایسے حالات میں ان سے عہد و پیمان ختم کرنا اور اس سے براءۃ کا اظہار کر کے ان کے خلاف اعلانِ جنگ، اُن کا مکہ سے انخلاء وغیرہ جیسے معاملات کس حد تک درست ہو سکتے ہیں؟ اس ضمن میں جو کچھ فرمایا، اس کا ماحصل یہ ہے کہ ہر نیکی اور بھلائی کے اجر و ثواب کے لئے بنیاد ایمان ہے۔

خدمتِ مسجد کیلئے شرائط

ارشادِ باری ملاحظہ کریں:۔

ماکان للمشرکین ان یعمروا مسجد الله شهدین علی انفسم بالکفر۔ اولـئِك حبطت اعمالھم وفی النار ھم خلدون o انما یعمر مسجد اللّٰه من امن باللّٰه والیوم الاخروا قام الصلوٰۃ واتی الزکوۃ ولم یخش الا اللّٰه فعسی اُولئِك ان یکونوا من المهتدین o

اجعلتم سقاية الحاج و عمارة المسجد الحرام كمن امن باللّٰہ والیوم الاخر و جاھد فی سبیل اللّٰہ۔ لا یستون عند اللّٰہo

''مشرکوں کو زیبا نہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جب کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی گواہی دے رہے ہیں۔ان لوگوں کے سب اعمال بے کار ہیں اور یہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔اللہ کی مسجدوں کو تو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان لاتے ہیں۔نماز پڑھتے زکوٰۃ دیتے اور اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے یقیناً یہی لوگ ہدایت یافتہ لوگوں میں (سے) ہیں۔کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام (خانہ کعبہ) کی تعمیر (کی خدمت) کو اس شخص کے اعمال جیسا خیال کیا ہے جو اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے؟ یہ لوگ اللہ کے نزدیک برابر نہیں۔'' (التوبہ:17-19)

ایک شبہ کا ازالہ

اس آیت کریمہ میں اس مشہور سوال کا جواب از خود آ گیا کہ جو لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ اس دور میں غیر مسلم جو بھلائی کے کام کر رہے ہیں، آخرت میں ان کا کیا معاملہ ہوگا؟ اس ذیل میں گنگا رام، گلاب دیوی اور اس قسم کے بے شمار نام گنوائے جاتے ہیں۔ان کے بارے میں وضاحت کر دی گئی کہ اللہ کے ہاں ان کے یہ اعمال بے کار ہوں گے۔

اہل ایمان کو تنبیہ

اس کے بعد اہل ایمان کو نظریہ اسلام کے مخالفین سے علیحدہ ہونے کیلئے کہا جا رہا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یایھا الذین امنوا لا تتخذوا اباءکم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ۔ ومن یتولھم منکم فاولئِك ھم الظلمونo

قل ان کان اباؤکم وابناءُکم واخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم واموال

اقترفتموها و تجارة تخشون كسادها و مسكن ترضونها احب اليكم من الله و رسوله و جهادٍ فى سبيله فتربصوا حتى ياتى الله بامره۔ والله لا يهدى القوم الفسقين ٥ (التوبہ22-23)

''اے اہل ایمان! اپنے باپوں بھائیوں کو بھی اپنا رفیق نہ بناؤ، اگر وہ ایمان پر کفر کو ترجیح دیں''(سگے بھائی اور والد کو بھی رفیق نہ بناؤ اور انہیں ایمان پر ترجیح نہ دو بلکہ ایمان کو اپنے والدین اور سگے بھائیوں پر ترجیح دو)''تم میں سے جو ان کو رفیق بنائیں گے، وہی ظالم ہوں گے، اے نبی علیہ ان سے کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز وا قارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تمہیں پسند ہیں، تمہیں اللہ اور اُس کے رسول اور اُس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کی راہنمائی نہیں کیا کرتا''۔(التوبہ :22-23)

غور فرمایئے! کہ اللہ نے یہاں پر وہ سب لوگ اور وہ سب چیزیں گنوا دی ہیں جو انسان کو محبوب ہو سکتی ہیں اور ایک ایک چیز گنوانے کے بعد کہا کہ دیکھو اگر ان میں سے کوئی تمہیں اللہ اور اس کے رسول علیہ اور جہاد سے زیادہ عزیز اور محبوب ہے تو پھر اللہ کی طرف سے عذاب کا فیصلہ ہے۔اور تمہارے لئے ہدایت کا قطعاً فیصلہ نہیں کیا گیا ہے کیونکہ وہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

رحمت الٰہی کا نزول۔ جنگ حنین

جب اہل ایمان اعتقادی و عملی طور پر اللہ کے احکام پر عمل پیرا ہو جائیں اور پھر کوئی آزمائش یا مشکل کا وقت آن پڑے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اہل ایمان پر گھٹائیں بن کر برستی ہے۔سورہ توبہ میں ایک ایسی ہی مشکل گھڑی کا ذکر ہے۔اس مقام پر ایک اور بات قابل غور ہے کہ جنگ اُحد کے دوران میں مسلمانوں سے ایک مقام پر سہو ہوا تو اس کی وجہ سے خاصا نقصان اُٹھانا پڑا۔اسی طرح

اس موقع پر بھی اہل ایمان غرور کا شکار ہو گئے جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے تنبیہہ کر کے سکینت و رحمت کا نزول فرمایا یہ ساری تفصیلات ان آیات میں یوں مذکور ہیں:۔

لقد نصرکم اللّٰہ فی مواطن کثیرۃ و یوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئًا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرینo

ثم انزل اللّٰہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین وانزل جنودًا لم تروھا و عذب الذین کفروا۔ وذلک جزاء الکفرینo

''اللہ نے بہت سے موقعوں پر تم کو مدد دی اور (جنگ) حنین کے دن۔ جب کہ تم کو اپنی (جماعت کی) کثرت پر ناز تھا تو وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی۔ اور زمین باوجود (اتنی بڑی) فراخی کے تم پر تنگ ہوگئی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنوں پر اپنی تسکین نازل فرمائی اور (تمہاری مدد کو فرشتوں کے) لشکر جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے، (آسمان سے) اُتارے اور کافروں کو عذاب دیا اور کفر کرنے والوں کی یہی سزا ہے''۔(التوبہ 25-27)

مشرک ناپاک ہے

اس کے بعد اہل ایمان کو حقیقت حال سے آگاہ فرمایا اور جو بات سورۃ کے آغاز میں اعلانِ براءت کے انداز میں ذکر کی گئی تھی، اس کو واضح اور دوٹوک الفاظ میں یوں فرمایا:۔

یایھا الذین امنوا انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا وان خفتم عیلۃ فسوف یغنیکم اللّٰہ من فضلہ ان شاءo

''اے ایمان والو! مشرک تو نجس (ناپاک) ہیں تو اس سال کے بعد وہ خانہ کعبہ کے قریب نہ آئیں اور اگر تم کو مفلسی کا خوف ہو تو عنقریب اللہ چاہے گا تو تم کو اپنے فضل سے غنی (مالدار) کر دے گا''۔ (التوبہ۔28)

تقویٰ

(مولوی نذیر توحیدی)

بزرگان دین نے انسان کی کامیابی اور اصلاح کیلئے بہت کچھ لکھا ہے اور لکھتے رہیں گے۔ لیکن انسان کی اصلاح کے تین مراکز ہیں۔دینی ،دنیاوی اور عملی ان تین مراکز کی جو اصلی روح ہے وہ ہے تقویٰ۔

تقویٰ کیا چیز ہے؟تقویٰ کی حقیقت جاننے کیلئے جب تک قرآن اور حدیث کا مطالعہ نہ کیا جائے گا اُس وقت تک سمجھ نہیں آئے گی۔کیونکہ اب کائنات نے قرآن مجید میں صاف فرمادیا ہے کہ اس میں ہدایت ہے متقی لوگوں کیلئے۔

متقی کون لوگ ہیں؟ازروئے قرآن متقی لوگوں کی مندرجہ ذیل صفات بتلائی گئی ہیں(۱) غیب پر ایمان رکھتے ہیں(۲) قائم رکھتے ہیں نماز(۳) ہمارے دیئے ہوئے رزق سے خرچ کرتے ہیں۔یہ وہ تین کام ہیں جنہیں اختیار کرنے پر متقی کہا گیا ہے۔اب ان ہی ایمان والوں کو اللہ تعالٰی نے فرمایا۔(سورۃ ال عمران آیت نمبر۱۰۲)اے لوگو جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ سے جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرو مگر اور تم مسلمان ہو"۔

اِس آیت کے اندر ایماندار لوگوں کیلئے ایک پابندی لگائی گئی ہے۔جس سے ہم غافل ہیں اللہ ہماری غفلت کے پردے ختم کردے اور اپنی ذاتِ کبریا سے ڈرنے والی چادر عطا فرمادے آمین ثم آمین۔

ولا تموتن الا وانتم مسلمون ہ اور ہرگز نہ مرو مگر اور تم مسلمان۔یعنی جس وقت موت آئے اسوقت تم مسلمان ہو آج ہم نام کے مسلمان تو ہیں لیکن مسلمان کے نام سے بھی لاعلم ہیں۔مسلمان کے لفظی معانی ہیں فرمانبردار اور اس کی ضد ہے نافرمان۔نافرمان کو ازروئے قرآن فاسق کہتے ہیں۔ایسے فاسقوں کی نماز جنازہ بھی پڑھنے سے آپ ﷺ کو منع کردیا گیا ہے۔سورۃ توبہ آیت نمبر۸۴ ترجمہ! اور مت نماز پڑھ اوپر کسی کے ان میں سے کہ مرجاوے اور مت کھڑا ہو اور قبر اسکی تحقیق وہ کافر ہوئے ساتھ اللہ کے اور رسول کے مرگئے وہ فاسق تھے۔یہ

ترجمہ تاج کمپنی قرآن پاک سے ہے حوالہ نمبر 353/2۔

سورۃ توبہ آیت نمبر 67 ان المنافیقین ھم الفاسقون ۔

''منافق وہی ہیں جو فاسق ہیں''۔

فاسق کون ہے؟ سورۃ الکہف آیت نمبر 50 کان من الجن ففسق عن امر ربی

ترجمہ! وہ شیطان تھا جن سے پس نافرمانی کی اُس نے اپنے پروردگار کی۔ معلم الملکوت نے ایک نافرمانی کی تو ہمیشہ کیلئے لعنتی ہو گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے ایک نافرمانی ہوئی تو اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام سے جنتی لباس اُتار لیا۔ اُمت محمدی ﷺ ہونے کا ہمیں ناز تو ہے لیکن مسلم شریف کی اس حدیث پر بھی ذرا توجہ کریں اور غوروفکر کریں۔ حدیث:۔ اور جس کو اُس کے عمل نے پیچھے ڈال دیا اُس کا نصب اُسے آگے نہیں بڑھا سکتا۔ اس حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

نوٹ:۔ قرآن پاک کا شانِ نزول کو نبی پاک ﷺ کے مختلف حالات و واقعات سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن پوری انسانیت کیلئے قرآن پاک کی ہر ایک آیت ہر انسان کیلئے اور ہر لحہ گمراہی سے بچنے کیلئے ایک چراغ ہے۔ یعنی کسی بھی آیت کا شانِ نزول چاہے کسی بھی واقعہ سے تعلق رکھتا ہو۔ لیکن ہر مسلمان کیلئے قرآن پاک کا ہر لفظ قابل اتباع ہے۔

گمراہی کا سبب آج اگر کوئی بھی عالم دین یا اللہ کا ولی کسی کو آیات قرآنی سے راہ راست پر لانے کی کوشش کرتا ہے تو کئی میرے مسلمان بھائی کم علمی کی وجہ سے یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ آیات تو اُس وقت کے لوگوں کیلئے تھیں یا یہ جواب دیتے ہیں کہ ہر عالم نے اپنی اپنی مرضی کا ترجمہ کیا ہوا ہے جسکی وجہ سے اکثر لوگ اہل علم کی مجالس میں شرکت ہی نہیں کرتے جسکی وجہ سے اکثر لوگ تعلیمی کتب کا مطالعہ بھی نہیں کرتے۔ اعتراضات اور تنقید کے ایسے ایسے جملے سننے پڑتے ہیں کہ اللہ کی پناہ۔

بہرحال جن کے دلوں میں اللہ کے قرآن کی عظمت ہے اور دلیلیں نکالنے کی کوشش کرتا ہے تو پھر اس آیات پر غوروفکر کریں اور تدبر کریں یعنی سوچیں۔ افلا یتدبرو القران ''کیا تم قرآن پر غور نہیں کرتے'' سورۃ البقرہ آیت نمبر ۸۵۔ ترجمہ ''کیا پس ایمان لاتے ہو بعض کتاب کے

اور کفر کرتے ہو بعض کے پس کیا سزا اُس شخص کی کہ کرے یہ کام تم میں سے مگر رسوائی بیچ زندگانی دنیا اور دن قیامت کے پھیرے جاویں گے صرف سخت عذاب کے اور نہیں اللہ تعالیٰ بے خبر اس چیز سے کہ کرتے ہو تم۔

افلا یتدبرو القران کی فکر لیکر جب تک ہم اہل علم کے پاس جا کر قرآن پاک کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرینگے اُس وقت تک ہم تقویٰ کی اصلی روح تک نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ اللہ کا قرآن بھی یہ کہہ رہا ہے کہ اگر تم نہیں جانتے یعنی علم نہیں رکھتے تو اہل علم سے پوچھ لیا کرو۔

تقویٰ کی اصل روح:۔ تقویٰ کی اصلی روح اللہ کا قرآن ہے۔ سورۃ البقرہ کی پہلی آیت اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے۔ ہدایت ہے پرہیز گاروں کیلئے۔ ظاہری طور پر داڑھی، کرتہ، عمامہ، شرعی لباس، نماز روزے کی پابندی پرہیز گاری میں شامل ہے۔ لیکن حقیقت میں تقویٰ کا مقام مومن کا دل ہے۔ جسے خطاب کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یہ فکر اپنے اوپر طاری کرلو کہ اپنے اعمال کے لیے اللہ کے سامنے جوابدہ ہونا ہے تا کہ جب بھی موت آئے تو تم اللہ کی نافرمانی میں نہ پائے جاؤ۔

سورۃ ال عمران آیت نمبر ۱۰۲ میں فرمایا ہے:۔ اے لوگو! ایمان والو ڈرو اللہ سے جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے اور نہ مرنا کہ جب تک مسلمان نہ ہو سورۃ البقرہ آیت نمبر 38۔ ترجمہ ”اور ڈرو اُس دن سے نہ کفایت کرے گا کوئی جی کسی جی سے اور نہ قبول کیجاوے گی اس کی سفارش اور نہ لیا جاوے گا اُس سے بدلہ اور نہ مدد دیئے جاویں گے۔

تقویٰ کے لفظی معانی ہیں ڈرنا۔ جبکہ ہم نے ظاہری طور پر نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، ظاہری بود و باش اور رفاعہ عامہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور من پسند کاموں میں تقویٰ سمجھا ہوا ہے حالانکہ یہ سب کام اپنی اپنی جگہ سنت، فرض، واجب اور مستحب ہیں جبکہ تقویٰ کا مقام ان سب سے افضل اور اعلیٰ ہے۔ کیونکہ اللہ کی رضا دشوار کاموں میں ہے۔ تقویٰ کی حقیقت اس کے برعکس ہے۔ ویسے تقویٰ انسان کی عقل تک محدود ہے کیونکہ قیامت کے روز انسان کا حساب و کتاب عقل ہی کے مطابق ہوگا۔ **ان اکرامکم عنداللّٰہ اتقکم** ۔ اللہ کے نزدیک عزت والا وہ ہے جو اس سے ڈرتا ہے۔ اب انسان اللہ سے کتنا ڈرتا ہے اس کی حقیقت اللہ ہی جانتا ہے تقویٰ ایمان کی وہ

کیفیت ہے جوانسان کی علمی کیفیت کے مطابق کم اور زیادہ ہوتی رہتی ہے۔تقویٰ کی راہ تو وہ پل صراط ہے جو کہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔کیونکہ انسان کی پیدائش سے لیکر موت تک جو سفر ہے یہ بھی پل صراط سے کم نہیں ہے کیونکہ ایک انسان ہوش سنبھالنے کے بعد خوشی، غمی، امیری، فقیری، خوشحالی، تنگ دستی، خوبصورتی، بدصورتی، گرمی، سردی، خودغرضی اور محتاجی غرضیکہ زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے کہ جس سے واسطہ نہ پڑتا ہو۔ان تمام حالات میں زندگی کے تمام فرائض منصبی کو پورا کرتے وقت تقویٰ کی کیفیت ہی مومن کے ایمان کو سلامت رکھتی ہے۔

مثال! دنیا کے کانٹے دار جنگل سے اگر انسان کو گزرنا پڑے تو اپنے مشن کی خاطر وہ دامن کے کپڑوں کو بچا کر گزرنے کی کوشش کرتا ہے اسی طرح ایک مومن بھی کانٹے دار دنیا سے گزرنے کی کوشش کرتا ہے، اصل میں یہ دنیا ہی تو پیدائش سے لیکر موت تک ایک پل صراط کا مقام ہے، جس کو عبور کرنا ایک ایماندار مسلمان کا کام ہے۔اسی ایماندار مسلمان کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ ال عمران آیت نمبر ۱۰۲ میں جس انداز سے مخاطب کیا ہے اُس پر توجہ کریں۔اے لوگو! ایمان والو ڈرو اللہ سے جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے اور نہ مرنا کہ جب تک مسلمان نہ ہو۔پورے قرآن پاک میں اگر غور وفکر کیا جائے صرف مسلمان پر نہ مرنے کی پابندی لگائی گئی ہے اور نافرمان کو منافق کی نشانی لگا کر فاسق بھی کہا ہے۔ **ان المنافقین هم الفاسقون** آیت نمبر ۶۷ سورۃ توبہ۔فسق کے اعتبار سے۔مسلمون یعنی مسلمان نام کے اعتبار سے از روئے قرآن اپنا فیصلہ اپنے دل کے اعتبار سے خود کریں کہ جب فاسق کے معانی نافرمان اور مسلمان کے معانی فرمانبردار ہیں۔سورۃ توبہ آیت نمبر 67 بے شک منافق ہی نافرمان ہیں۔**ھدا للمتقین** ٥ یعنی اس لاریب کتاب میں ڈرنے والوں کیلئے ہدایت ہے۔قرآن پاک میں غور وفکر اور تدبر کرنے سے ہی انسان کے اندر تقویٰ پیدا ہوتا ہے آج مسلمانوں کے دلوں میں قرآن پاک کا ادب آداب تو بہت ہے لیکن بے رغبتی حد سے زیادہ ہے اِسکی زندہ مثال صبح سے لیکر شام تک زندگی کے معمولات آپ کے سامنے ہیں۔ثواب کی نیت سے تلاوت تو ہم بہت کرتے اور کراتے ہیں لیکن اسکے حکم احکام کی طرف بالکل توجہ نہیں ہے یعنی **افلا یتدبرون القرآن** کو بالکل نظر انداز کیا ہوا ہے جس کی وجہ سے ہم تقویٰ کی دولت سے محروم ہیں۔حالانکہ تقویٰ ہی کے اندر مسلمانوں کی کامیابی ہے۔(جاری)

جنت ، دوزخ

(پیر خاں توحیدی)

جنت اور دوزخ ایسے دو الفاظ ہیں جو کثرت کے ساتھ بولے جاتے ہیں بڑے بڑے عالم بڑے بڑے زاہد، بڑے بڑے شاعر اور بڑے بڑے مقرر ان الفاظ کو عام استعمال میں لاتے ہیں۔ کتابوں کے اندر بھی یہ دونوں الفاظ کثرت سے ملتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ جنت اور دوزخ ہیں کیا۔ کہاں ہیں، کیسے ہیں اور ان میں کون لوگ ہونگے اور ان پر کیا گذرے گی۔ یہ خیالات اکثر ہر قاری کے دل و دماغ میں اُٹھتے ہیں۔ جنت کا نام سن کر قدرتی طور پر دل میں خوشی اور راحت پیدا ہوتی ہے اور سکون حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ دوزخ کے نام سے دل میں اِک ہول اِک خوف اور بے سکونی محسوس ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی پیدا فرمایا ہے چاہے وہ جنت ہے یا دوزخ ہے، زندگی ہے یا موت ہے، دنیا ہے یا آخرت ہے، خوشی ہے یا غم ہے، دن ہے یا رات ہے۔ یہ سب کچھ حضرت انسان کیلئے پیدا فرمایا ہے اور حضرت انسان کو اپنے لئے پیدا کیا ہے تا کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے کو جانے پہچانے اور اس کی عبادت کرے، اسی لئے علامہؒ نے بھی فرمایا ہے کہ۔ ''جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کیلئے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا ہے وہ سب انسان کیلئے ہے تا کہ وہ اِس سے فائدہ اُٹھائے اِس پر تصرف حاصل کرے مگر اِسی کا ہو کر نہ رہ جائے۔ اور نہ ہی اس میں دل لگائے۔ دل لگائے تو اپنے اللہ سے لگائے کیونکہ ایک نہ ایک دن اِسے یہ سب کچھ چھوڑ کر اپنے اللہ کے پاس جانا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان سے پہلے فرشتوں اور جنوں کو پیدا کیا جو نوری اور ناری کہلاتے ہیں۔ جنوں میں ایک ابلیس بھی تھا جو اپنی عبادت و ریاضت سے فرشتوں کا ہمسر ہو گیا۔ بلکہ ان سے بھی آگے نکل کر مقربین میں شامل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے جب اپنی پہچان کیلئے انسان کو بنانے کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں کو بلا کر کہا کہ میں زمین پر ایک خلیفہ اور نائب بنانے والا ہوں۔ یہ سن کر فرشتوں نے جن میں ابلیس بھی تھا کہا کہ اے ہمارے رب! یہ تیرا خلیفہ (انسان) زمین میں فساد برپا کرے گا، خونریزی کرے گا حالانکہ ہم

تیری تسبیح اور تیری تعریف بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے فرشتو جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے (القرآن) پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان (آدمؑ) کو کھنکتی ہوئی مٹی سے پیدا کر کے اپنی روح اس میں پھونک کر فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو۔ سب فرشتے اللہ کے حکم پاتے ہی سجدے میں گر گئے مگر ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابلیس تو نے سجدہ کیوں نہ کیا تو اس نے تکبر اور غرور سے جواب دیا کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس آدمؑ کو مٹی سے پید کیا ہے۔ میں اس سے بہتر ہوں بھلا میں اسے سجدہ کیسے کروں میں سجدہ نہیں کرتا۔ اس کی اس حکم عدولی پر اس پر قیامت کے دن تک لعنت کی گئی۔ اور راندہ درگاہ ہوا۔ آدمؑ کی پسلی سے حواؑ کو پیدا کیا تا کہ آدمؑ اس سے سکون حاصل کرے۔ دونوں کو حکم دیا کہ جاؤ جنت میں جا کر رہو۔ بسو، کھاؤ، پیو اور عیش کرو جہاں تمہارا جی چاہئے۔ ہاں ایک بات کا خیال رکھنا کہ یہ ایک درخت ہے اس کے قریب بھی نہ جانا ورنہ تمہیں یہاں سے نکال دیا جائے گا۔ آدمؑ اور حواؑ دونوں خوشی خوشی جنت میں رہنے لگے انہیں ان کی مرضی کی ہر شے میسر تھی اور کسی قسم کا غم فکر نہ تھا۔ ادھر ابلیس تھا کہ بجائے ندامت کے اللہ سے مہلت مانگنے لگا اور جب اللہ تعالیٰ نے اسے مہلت دے دی ایک مقرر مدت تک تو اسی وقت کہہ اٹھا کہ مجھے تیری قسم میں آدمؑ اور اس کی اولاد پر چاروں طرف سے حملے کرونگا۔ انہیں تیرے راستہ سے روکونگا، انہیں بدراہ کرونگا اور تیری نافرمانیاں کراؤنگا۔ اور ان کے دلوں میں طرح طرح کے وسوسے ڈالونگا۔ اللہ نے کہا کہ اے ابلیس جا کر لے جو تو کرنا چاہتا ہے۔ میں بھی تجھ سے اور تیرا کہا ماننے والوں کو دوزخ میں ڈال کر دوزخ کو بھر دونگا۔ لیکن یاد رکھنا جو میرے بندے ہونگے ان پر تیرا تو ان کا زور نہ چل سکے گا وہ تیری چالوں سے بچ جائیں گے کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ وہ آدمؑ کا جانی دشمن بن گیا اور منصوبے بنانے لگا کہ آدمؑ کو کس طرح جنت سے نکال باہر کرے آخر وہ اس میں کامیاب ہو گیا کہ ایک دن موقع پا کر وہ آدم کے پاس جنت میں پہنچ گیا اور آدمؑ کو بہکانے پھسلانے لگا وہ ہمدردانہ لہجے میں آدمؑ سے مخاطب ہوا کہ اے آدم کیا تجھے معلوم ہے کہ اللہ نے تمہیں اس درخت سے کیوں منع کیا؟ پھر خود

ہی بول اٹھا تا کہ کہ تم ہمیشہ کی زندگی پا کر اس جنت میں رہنے لگو۔شیطان آدمؑ کو بہکا پھسلا کر اس درخت کے پاس لے گیا اور کہا دیکھو کتنا خوشنما درخت ہے اور کتنا میٹھا اس کا پھل ہے۔کھاؤ اس کا پھل اور پا جاؤ ہمیشہ کی زندگی اور رہو اس جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے۔آدم پر اس کا وار چل گیا اور جب ان دونوں نے (آدمؑ حواؑ) اس کا پھل کھالیا تو یک لخت ان کی شرم گاہیں ان پر عیاں ہوگئیں۔شیطان بھاگ گیا اس نے جو کرنا تھا کر گزرا وہ دونوں اپنا حال دیکھ کر شرمندگی اور ندامت محسوس کرنے لگے اور جنت کے درختوں کے پتے توڑ کر اپنی شرم گاہوں پر چپکانے لگے۔ثابت ہوا کہ شیطان کا پہلا وار ہی عریانی کرانا ہے۔جیسے آج کل کے روشن خیال اور اعتدال پسند حضرات کرتے ہیں "اللہ اپنی پناہ میں رکھے ہر مسلمان کو"۔جب دیکھا کہ آدمؑ اور حواؑ اپنی شرم گاہوں کو چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آواز دی کہ اے آدمؑ کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہ کیا تھا؟ آدمؑ نے اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہوئے کہا ہاں میرے رب تو نے ضرور منع کیا تھا ہم سے غلطی ہوگئی ہے۔اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں ہو جائیں گے۔اللہ تعالیٰ نے دونوں کو جنت سے نکال کر زمین پر بھیج دیا اور کہا کہ تمہارا ٹھکانہ زمین ہے تمہارے پاس میری ہدایت آتی رہے گی جس نے اس پر عمل کیا اسے میں جنت میں رکھوں گا اور جس نے شیطان کی پیروی کی اسے دوزخ میں ڈالوں گا۔

جنت کیا ہے:۔ جنت مقام رحمت ہے جو زمین و آسمان کی وسعتوں میں پھیلا ہوا ہے۔ سلامتی کا گھر ہے۔مقام نور ہے۔جنت ایک حیرت کدہ ہے جو مومنوں کی ابدی آرام گاہ ہے۔ جنت ایک وسیع باغ ہے جس میں ہر قسم کا پھل ہر قسم کا میوہ موجود ہوگا۔اس میں ہر قسم کی آسائش و آرام کا سامان ہوگا۔جنت میں شہد اور دودھ کی نہریں بہتی ہونگی۔جنت میں حور و غلمان ہونگے جو مومنوں کی دلجوائی اور خدمت کریں گے۔

جنت میں ایسے بازار ہونگے جنہیں فرشتوں نے گھیر رکھا ہوگا اور جنتیوں سے کہا جائے گا کہ

جو کچھ تمہیں پسند آئے لے لو۔ جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ملیں گی جو کبھی کانوں نے سنی نہ ہونگی نہ آنکھوں نے دیکھی ہونگی۔

دوزخ کیا ہے :۔ دوزخ مقام ذلت ہے۔ایک بھڑکتا ہوا الاؤ ہے جس سے آگ کے شعلے اٹھتے ہیں اور دور تک پھیل جاتے ہیں جو کچھ بھی اس کی لپیٹ میں آتا ہے بھسم ہو جاتا ہے۔

دوزخ ندامت،شرم ساری اور حسرت کا مقام ہے،دوزخ اندھیروں کا گھر ہے اس میں تند خو اور ڈراؤنی شکل والے فرشتے ہونگے جو گنہگاروں ،کافروں ،فاسقوں اور مشرکوں کو سزا دینے کیلئے مقرر کر رکھے ہیں۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ بنا کر تیار کر لی تو جبرائیل کو حکم دیا کہ جاؤ دونوں کی سیر کرو اور ان کا حال مجھے بتاؤ۔جبرائیل علیہ السلام جب دونوں کو دیکھ کر واپس آئے تو اللہ تعالیٰ کو بتایا کہ اے میرے مالک مجھے تیری عزت وجلال کی قسم کہ جنت اتنی حسین ،خوبصورت اور دلفریب ہے اور اس میں ہر قسم کی آرام وآسائش کی چیزیں میسر ہیں۔شہد اور دودھ کی نہریں بہتی ہیں سایہ دار درخت ہیروں اور جواہرات سے مزین محل ہیں دلفریب وادیاں اور خوشنما پھول ہیں ہر کوئی ادھر ہی آنے کی کوشش کرے گا جبکہ دوزخ ایک ڈراؤنی اور بھیانک جگہ ہے، ذلت اور رسوائی کا ٹھکانہ ہے، آگ کا سمندر ہے، ادھر سے تیرے بندے بھاگیں گے اور کوئی بھی اس میں آنا پسند نہ کرے گا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبرائیل اب زرا جا کر ان دونوں کے راستے دیکھو اور پھر مجھے ان کا حال بھی سناؤ۔جبرائیل گئے دونوں کے راستے دیکھے اور آکر بتایا اے میرے مالک جنت کا راستہ تو بہت ہی دشوار بہت مشکل ہے اس میں سنگلاخ چٹانیں خاردار جھاڑیاں ہیں اور قدم قدم پر چور ڈاکو ڈیرے لگائے بیٹھے ہیں نہ کوئی سایہ ہے اور نہ ہی پینے کو ٹھنڈا پانی ۔کوئی شخص بھی اس پر چلنا پسند نہ کرے گا دوسری طرف دوزخ کا راستہ جس پر سایہ دار درخت ٹھنڈے میٹھے پانی کے چشمے عیش وآرام کا سامان نہ کوئی ڈاکو نہ کوئی چور تیرے سارے بندے اسی راستہ پر چلیں گے اسی کو استعمال میں لائیں گے ۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے

جبرائیل میرے جو بندے جنت کے مشکل اور دشوار راستہ پر چلنے کی ہمت کریں گے میں انہیں جنت میں داخل کر کے ہمیشہ کی خوشیوں سے ہم کنار کردونگا اور جو دوزخ کے آسان و آرام وہ راستہ پر چلیں گے میں انہیں دوزخ میں داخل کر کے ذلت اور رسوائی کے گڑھے میں ڈال دونگا۔

جنت کی مادی نعمتیں:۔ جنت میں دائمی میوے اور دائمی سائے ہونگے اہل جنت کو نہ کوئی غم ہوگا نہ ہی ملال، جس چیز کی خواہش کریں گے حاضر پائیں گے یہاں تک کہ اگر کوئی جنتی اڑتے ہوئے پرندہ کو دیکھ کر اس کا گوشت کھانے کا خیال کرے گا تو وہ پرندہ بھنا ہوا اس کے سامنے حاضر کر دیا جائے گا اگر کوئی پھل کھانے کی خواہش کرے گا تو وہ پھل اسی وقت اس کے سامنے حاضر کر دیا جائے گا۔کوئی مشروب پینا چاہے گا تو حاضر کر دیا جائے گا غرض یہ کہ اس کے دل میں جو بھی خواہش پیدا ہوگی اسے پورا کیا جائے گا۔

جنت کی روحانی نعمتیں:۔ جنتیوں کو اللہ کا قرب اللہ کا دیدار ہوگا۔جنتی امن اور سلامتی کی باتوں کے علاوہ کوئی لغویات نہ سنیں گے اہل جنت کے دلوں میں اگر کوئی کدورت یا نفرت ہوگی بھی تو اللہ تعالیٰ اسے دور کر کے انہیں بھائی بھائی بنا دیں گے۔جنتیوں کے چہرے روشن ہونگے اور ان کا نور ان کے آگے آگے دوڑ رہا ہوگا انہیں وہاں پاک بیویاں ملیں گی اور پاکیزہ شراب پلائی جائے گی جس کا نہ نشہ ہوگا اور نہ ہی سر چکرائے گا۔

دوزخ کی مادی سزائیں:۔ دوزخ کی آگ چہروں کو جھلس دے گی صورتوں کو بگاڑ دے گی۔دوزخیوں کو آگ کا لباس اور آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے۔لوہے کے ہتھوڑوں سے مارا جائے گا، پھندوں اور زنجیروں میں جکڑ کر کھینچا جائے گا کھولتے ہوئے پانی میں ڈالا جائے گا۔پینے کو زخموں کا دھوون کھانے کو خاردار جھاڑیاں دی جائیں گی۔دوزخی موت اور حیات کی کش مکش میں مبتلا رہینگے نہ کوئی سایہ ہوگا اور نہ کوئی آگ سے بچاؤ کا سامان ہوگا۔دوزخ اپنی چیخ و چنگاڑ سے دوزخیوں کو خوف زدہ کرے گی۔

دوزخ کی روحانی سزائیں:۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ دوزخ میں مادی سزائیں دی

جائیں گی لیکن قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ مادی سزاؤں کے علاوہ دوزخ میں روحانی سزائیں بھی دی جائیں گی جو مادی سزاؤں سے زیادہ اذیت رساں اور تکلیف دہ ہونگی۔ جیسے ندامت، شرم ساری، بے عزتی، بے رُخی اور ذلت وغیرہ۔ دوزخیوں کو پیہم غم ہوگا اور جب کبھی اِس سے نکلنے کی کوشش کریں گے پھر اس میں دھکیل دیئے جائیں گے دوزخی دیدارِ خدا سے محروم رہیں گے ایک دوسرے پر لعن طعن کریں گے۔

جنت اور دوزخ کے حالات اگر چہ قیامت برپا ہونے کے بعد ہی منکشف ہونگے لیکن ان کی پہچان مرنے کے بعد عالم برزخ میں ہی کرائی جائے گی۔ مرنے کے بعد اور قیامت کے درمیانی زمانہ کو برزخ کہتے ہیں۔ مرنے کے بعد جن لوگوں نے دنیا میں اگر اچھے کام کئے ہونگے تو قبر کے اندر منکر نکیر کے سوالات کے بعد اُن پر پہلے دوزخ عیاں کی جائے گی اور پھر جنت کا نظارہ کرایا جائے گا اور انہیں یہ بھی بتایا جائے گا کہ اگر تم نے دنیا میں برے کام کئے ہوتے تو تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہوتا لیکن تم نے دنیا میں نیک عمل کئے اس لئے تمہارے ان اعمال کی جزا کے بدلے تمہارے لئے یہ جنت ہے۔ وہ خوش ہونگے اپنی منزل دیکھ کر۔ پھر جنت کی طرف سے ان کیلئے ایک کھڑکی کھول دی جائے گی اور انہیں کہا جائے گا کہ اب تم آرام اور سکون سے پڑے رہو اور جنت میں جانے کا انتظار کرو۔ جن لوگوں نے اللہ سے بغاوت کی ہوگی اللہ کی نافرمانیاں کی ہونگی اُن کے ساتھ معاملہ اُلٹا ہوگا انہیں پہلے جنت دیکھایا جائے گا پھر دوزخ اور کہا جائے گا کہ اگر تم نے دنیا میں اچھے کام کئے ہوتے تو تمہارے لئے یہ جنت ہوتی لیکن تم نے دنیا میں اللہ سے بغاوت کی اللہ کی نافرمانیاں کیں لہٰذا تمہارے لئے یہ دوزخ تمہارا ٹھکانہ ہے وہ دوزخ کو دیکھ کر روئیں گے، چیخیں گے لیکن کوئی شنوائی نہ ہوگی ان کی قبروں کے اندر دوزخ کی طرف ایک کھڑکی کھول دی جائے گی جس کی تپش سے وہ جھلس جائیں گے انہیں حکم ہوگا کہ اب تم یہاں جلتے رہو، تڑپتے رہو اور قیامت کا انتظار کرو پھر تمہیں اسی دوزخ میں جانا ہوگا اور یہی تمہارا ٹھکانہ ہوگا۔ قیامت کے روز حساب و کتاب کے بعد نیکو کاروں کو عزت و احترام کے ساتھ جنت کی طرف لے

جایا جائے گا تو جنت کے داروغہ انہیں سلامتی کے ساتھ جنت میں داخلہ کی اجازت دیں گے جبکہ بدکاروں کو اللہ کے فرشتے ہانکتے اور مارتے ہوئے دوزخ کی طرف لے جائیں گے وہاں کے داروغہ ان پر لعنتیں بھیجیں گے پھر دوزخ میں دھکیل کر انہیں کہا جائے گا کہ اب چکھو اپنے گناہوں اور بدکاریوں کا مزہ اور رہو اس میں ہمیشہ کیلئے یہی تمہارا ٹھکانہ ہے۔

جنت اور دوزخ کے درمیان بھی ایک جگہ ہے جسے اعراف کہتے ہیں جہاں پر وہ لوگ ہونگے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہونگی یہ لوگ جب جنت کو دیکھیں گے تو اس میں داخلے کی آرزو کریں گے اور جب دوزخ کو دیکھیں گے تو اس سے پناہ مانگیں گے آخر اللہ تعالیٰ ان کو بھی اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر دیں گے۔دوزخ میں کچھ ایسے لوگ بھی ہونگے جنہیں نبی رحمت کی شفاعت سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا لیکن وہاں انہیں دوزخ کے کھولتے ہوئے پانی میں چند غوطے لگوا کر پاک کیا جائے گا پھر جنت میں ان کا داخلہ ہوگا کیونکہ جنت میں ناپاک کو داخل نہ کیا جائے گا۔دوزخ میں قیام کی مدت کا انحصار گناہوں کی تعداد اور نوعیت پر ہوگا۔جنت میں داخلہ صرف ان لوگوں کو ملے گا جو نبی آخر الزمان پر ایمان لائے اور اخلاص کے ساتھ کلمہ طیب **لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ** پڑھا۔یہ کلمہ پڑھ کر آدمی اسلام کے دائرہ میں داخل ہوتا ہے اور جنت میں داخلہ کیلئے اسلام میں داخلہ ضروری ہے۔

جنت اور دوزخ دونوں کے درجات ہیں،اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اُن کے اعمال کے مطابق جنت کے درجوں پر فائز کریں گے جبکہ دوزخیوں کو اُن کے اعمال کے مطابق دوزخ میں ڈالا جائے گا فرق یہ ہوگا کہ جنت میں اعلیٰ مقام والوں کیلئے اعلیٰ انعام واکرام ہوگا جبکہ ادنیٰ مقام والوں کیلئے جو انعام واکرام ہوگا اُس کی کوئی مثال نہیں۔لیکن دوزخ میں سب کو سزا ہی ہوگی البتہ جس شخص نے دنیا میں اچھے کام کئے ہونگے اُس کیلئے دوزخ میں اُس کا ٹھکانہ کسی ایسے درجہ میں ہوگا جہاں سزا دوسرے دوزخیوں کی نسبت ذرہ کم ہوگی لیکن کوئی دوزخی سزا سے بچ نہ سکے گا۔

فکر آخرت

(غضنفر علی)

حضورﷺ نے فرمایا ''فکر کیا کرو'' اپنے بارے میں سوچا کریں۔ سڑک پر چلتے ہوئے کسی آدمی سے آپ پوچھیں کہ آپ کہاں سے آ رہے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں؟ اگر وہ جواب میں کچھ نہ بتا سکے تو آپ یقیناً اسے پاگل کہیں گے لیکن اپنی عملی زندگی میں ہم خود اسی پاگل پن کا شکار ہیں۔ نہ اپنی ابتداء کی خبر اور نہ انتہا کی فکر۔ کیا ہم ہمیشہ اس رنگ و نور کی دنیا میں رہیں گے؟ یقیناً نہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ایک دن موت آ کر ہمیں ایک اندھیری قبر میں تنہا چھوڑ جائے گی۔ ہمیں اتنا چاہنے والی ہستیاں ہمیں صرف ایک سفید کپڑے میں منوں مٹی کے نیچے تنہا چھوڑ جائیں گے۔ وہ لوگ جن کی خوشی کو ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی خوشی میں ترجیح دی ہوگی۔ چند دن بعد ہمیں بھول کر دوبارہ دنیا کی گہما گہمی میں مصروف ہو جائیں گے اور ہم اس اندھیری قبر میں تنہا ہوں گے۔ یہ خوبصورت لباس، لذیذ کھانے، عیش و آرام سب کچھ یہیں رہ جائے گا۔ آج تو دنیا کو اپنا مقصد سمجھ بیٹھا ہے حالانکہ دنیا تو ضرورت ہے مقصد نہیں۔

قبر دوسری زندگی کا دروازہ ہے۔ ہم میں سے ہر ایک نے کسی نہ کسی شخص کیلئے اس دروازہ کو کھلتے ہوئے اور پھر اس کے اوپر اس کو بند ہوتے دیکھا ہے۔ مگر! ہم میں سے بہت کم لوگ ہیں جو یہ جانتے ہوں کہ خود ان کیلئے بھی یہ دروازہ ایک روز کھولا جائے گا اور پھر اس طرح بند ہوگا جس طرح وہ دوسروں کے اوپر ہمیشہ کیلئے بند ہو چکا ہے۔ آدمی روز دیکھتا ہے کہ لوگ ایک ایک کر کے روزانہ اللہ کے ہاں پیشی کیلئے بلائے جا رہے ہیں مگر خود اپنے کو اس طرح الگ کر لیتا ہے گویا عدالت الٰہی میں حاضری کا یہ دن اس کے اپنے لئے کبھی نہیں آئے گا۔ وہ دن آنے والا ہے جب تمام لوگ اللہ کے پاس اس حال میں جمع کئے جائیں گے کہ ایک اللہ رب العالمین کے سوا سب کی آوازیں پست ہو چکی ہوں گی۔ اس دن صرف سچائی میں وزن ہوگا اور اس کے سوا تمام چیزیں اپنا وزن کھو دیں گی۔ یہ فیصلہ کا دن ہوگا۔ ہمارے اور اس کے درمیان صرف موت کا فاصلہ ہے۔ ہم

میں سے ہر شخص ایک ایسے انجام کی طرف چلا جا رہا ہے جہاں اس کیلئے یا تو دائمی عیش ہے یا دائمی عذاب ۔ ہر لمحہ جو گزر رہا ہے وہ ہم کو اس آخری انجام سے قریب تر کر دیتا ہے جو ہم میں سے ہر ایک کے لئے مقدر ہے ۔ ہر بار جب سورج ڈوبتا ہے تو وہ ہماری عمر میں ایک دن اور کم کر دیتا ہے ۔ اس عمر میں جس کے سوا آنے والے ہولناک دن کی تیاری کا اور کوئی موقع نہیں، ہم کو زندگی کے صرف چند دن حاصل ہیں ۔ جن کا انجام لامحدود مدت تک بھگتنا پڑے گا جس کا آرام بے حد خوشگوار ہے ۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا "جنت میں ایک کوڑے کے برابر جگہ دنیا اور اس کی تمام نعمتوں سے افضل ہے ۔" ۔ (بخاری) اور جس کی تکلیف بے حد دردناک ہے ۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "دوزخ میں سب سے کم عذاب یہ ہے کہ آگ کے جوتے ہوں اور ان کی گرمی بھی اس شدت کی ہوگی کہ کھوپڑی تک گرمی سے ابل رہی ہوگی" ۔ ہماری زندگی کی مثال برف بیچنے والے اس دکاندار کی سی ہے جس کا اثاثہ ہر لمحہ پگھل کر کم ہوتا جا رہا ہو اور جس کی کامیابی کی صورت صرف یہ ہے کہ وہ وقت گزرنے سے پہلے اپنا سامان بیچ ڈالے ورنہ آخر میں اس کے پاس کچھ نہ ہوگا اور دکان سے اس کو خالی ہاتھ اُٹھ کر جانا پڑے گا ۔ پھر قبل اس کے کہ موت ہم کو اس عالم سے جدا کرے جہاں صرف کرنا ہے ۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کا صحیح استعمال سوچ لیں ۔ ہم سب کو ایک روز مالک کائنات کے سامنے کھڑا ہونا ہے ۔ کیسے خوش نصیب ہوں گے وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے وفادار بندوں میں شمار کرے گا کیونکہ وہی لوگ اس دن عزت والے ہوں گے ۔ کتنے بدنصیب ہوں گے وہ لوگ جن کو اللہ رب العزت رد کر دے کیونکہ اس کے بعد ان کیلئے ذلت اور حسرت کی زندگی کے سوا کچھ نہیں ۔ لوگ سو رہے ہیں تا کہ اس وقت جاگیں جبکہ جہنمی شعلے ان کیلئے سونے کو ناممکن بنا دیں ۔ لوگ غافل ہیں تا کہ اس وقت ہشیار ہوں جبکہ محرومی اور رسوائی ان کے اوپر اس طرح ٹوٹ پڑے کہ ان کیلئے اس سے بھاگنے کا کوئی راستہ نہ ہو ۔ آج کی دنیا فریب کی دنیا ہے ۔ موجودہ دنیا میں لوگ مصنوعی غلافوں میں چھپے ہوئے ہیں ۔ کسی کے لئے

خوبصورت الفاظ اس کی اندرونی حالت کا پردہ بنے ہوئے ہیں کسی کو اس کی مادی رونقیں اپنے پردے میں چھپائے ہوئے ہیں ہر آدمی کو ایسے قانونی نکتے ہاتھ آ گئے ہیں جو اس کے جرم کو بے گناہی کا سرٹیفکیٹ عطا کریں۔لوگوں نے ایسا خدا دریافت کر رکھا ہے جس سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔لوگوں کو ایسا رسول ہاتھ آ گیا ہے جو صرف اس لئے آئے تھے کہ ان کی ساری بداعمالیوں کے باوجود اللہ کے یہاں ان کے یقینی سفارشی بن جائیں۔لوگوں کو ایسی آخرت مل گئی ہے جہاں جنت صرف اپنے لئے اور جہنم صرف دوسروں کے لئے۔ایسی نمازیں مل گئی ہیں جن کے ساتھ ساتھ بے حیائی، تکبر سب کچھ جاری رہ سکتا ہے۔لوگوں کو ایسا دین ہاتھ آ گیا ہے جو صرف بحث و مباحثہ کرنے کیلئے ہے نہ کہ عمل کرنے کیلئے۔مگر جھوٹا سونا اس وقت تک سونا ہے جب تک اللہ ظاہر ہو کر اپنے انصاف کا ترازو کھڑا نہ کر دے۔لوگ شعوری یا غیر شعوری طور پر اسی دنیا کو ہار جیت کی جگہ سمجھتے ہیں۔قرآن نے بتایا یہ محض دھوکہ ہے۔"جب حشر کے دن وہ تم (سب) کو جمع کرے گا وہی ہار جیت کا دن ہوگا"۔ (التغابن 64-9)

یہ آدمی کی زندگی کا انتہائی بھیانک لمحہ ہوگا جب یہ لمحہ آئے گا تو آدمی اپنے اندازہ کے بالکل خلاف صورت حال دیکھ کر دہشت زدہ ہو جائے گا۔اچانک اس کو محسوس ہوگا کہ وہ سب کچھ محض دھوکہ تھا جس کو اس نے سب سے بڑی حقیقت سمجھ ڈالا تھا۔"میں نے اپنے آپ کو آزاد سمجھا تھا مگر میں تو بالکل خالی ہاتھ تھا۔میرا خیال تھا کہ میرے پاس طاقت ہے مگر میں تو اللہ تعالیٰ کی اس دنیا میں مکھی اور مچھر سے بھی زیادہ بے زور تھا۔میں سمجھتا تھا کہ میرے ساتھ بہت سے لوگ ہیں مگر یہاں میرا کوئی ایک بھی نہیں"۔

آہ! وہ انسان جو اسی بات کو نہیں جانتا جس کو اسے سب سے زیادہ جاننا چاہیے۔آخرت کیلئے کوئی شخص جو کچھ کر سکتا ہے اسی موجودہ زندگی ہی میں کر سکتا ہے اور اس زندگی کی مدت بہت ہی کم ہے۔کتنے لوگ ہیں جن کو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا مگر آج وہ ہمارے درمیان نہیں ہیں۔

اسی طرح جو لوگ آج ہم کو دیکھ رہے ہیں ایک وقت آئے گا کہ ہم ان کے دیکھنے کیلئے اس دنیا میں موجود نہ ہوں گے۔ ہم اپنی عمر پوری کر کے اپنے رب کے پاس جا چکے ہوں گے۔ ہم ایک ایسے امتحان سے گزر رہے ہیں جس کا لازمی نتیجہ بہت جلد سامنے آنے والا ہے اور جس کے بعد پھر کسی تیاری کا موقع نہیں۔ زندگی کا ہر لمحہ جو ہم خرچ کر رہے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''(یاد رکھو) ہر شخص کو (بالآخر) موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور تم کو (تمہارے اعمال کا) پورا پورا بدلہ تو قیامت ہی کے دن دیا جائے گا (اس دن) جو شخص (دوزخ کی آگ سے) پرے ہٹا دیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہی کامیاب ہوا۔ دنیا کی زندگی تو اس کے سوا کچھ نہیں کہ صرف دھوکے کے سودا ہے''۔ (العمران 3-185)

اس کو بار بار پڑھیئے اور سوچئے۔ یقیناً آپ کامیاب لوگوں کے گروہ میں شامل ہونا پسند کریں گے۔

شیخ سعدیؒ کی زندگی کا ایک انتہائی سبق آموز واقعہ ہے۔ ان کے والد نے انہیں بچپن میں سونے کی انتہائی قیمتی انگوٹھی بنوا کر دی۔ وہ پہن کر بازار گئے۔ ایک ٹھگ نے انہیں تھوڑی سی مٹھائی کا لالچ دے کر ان سے انگوٹھی اُتروالی۔ ان کے والد نے کہا تم بچے ہو۔ تمہیں انگوٹھی کی قیمت کا اندازہ نہ تھا۔ تم نے چند ٹکوں کی مٹھائی کے لالچ میں انتہائی قیمتی انگوٹھی اُتار دی۔ شیطان بھی ہمیں چھوٹے چھوٹے لالچ دے کر گناہوں پر اُکساتا ہے اور ہم تھوڑی سی لذت کی خاطر جنت جیسی چیز چھوڑ دیتے ہیں۔ اس دنیا کی لذتیں جب وہ جائز طریقے سے حاصل نہ کی گئی ہوں تو وہ شیطان کی مٹھائیاں ہیں۔ جب ہم ان جھوٹی لذتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں تو دراصل ہم ان سے کروڑوں گنا لذت ''جنت'' کو چھوڑ دیتے ہیں۔ خدارا! اس پر غور کریں۔ جنت کی نعمتیں ایسی ہیں جن کے متعلق انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔ لیکن ہمیں دراصل ان کا پختہ یقین نہیں ورنہ ہم آخرت سے زیادہ کسی چیز کیلئے سنجیدہ نہ ہوتے۔ یہ یقین صرف ''قرآن'' پڑھنے سے آسکتا ہے۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا: ''دلوں کو زنگ لگ جاتا ہے۔صحابہؓ نے دور کرنے کا طریقہ پوچھا تو آپؐ نے فرمایا موت کو کثرت سے یاد کیا کرو اور قرآن پڑھو۔(مشکوٰۃ)

قرآن اس نیت سے پڑھیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے ہدایت نصیب فرمائے اور عمل کی توفیق دے۔حدیث قدسی ہے کہ:۔

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے اس کی طرف دو ہاتھ بڑھتا ہوں۔جو چل کر آتا ہے، میں دوڑ کر آتا ہوں''۔ (مسلم)

بھائیوں! بار بار اللہ تعالیٰ سے استقامت کی دُعا کریں۔لڑکھڑاتے ہی سہی لیکن اللہ کی طرف ضرور بڑھیئے۔آپ جب عمل کرنے بڑھیں گے تو راہیں خود بخود آسان ہوتی جائیں گی۔راستہ بظاہر دشوار ہے لیکن دراصل دشوار نہیں اور منزل انتہائی زیادہ خوبصورت۔دوسرا راستہ بظاہر خوبصورت مگر انجام دوزخ کی کھائی۔فیصلہ آپ کو کرنا ہے۔سوئے ہوئے کو جگایا جا سکتا ہے لیکن جاگے ہوؤں کو جگانا ناممکن۔خود بھی جاگیں، دوسروں کو جگائیں خود کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچائیں۔خلوص نیت سے ابتداء کریں۔کام بہت آسان ہو جائے گا کیونکہ اللہ رب العزت مومنوں پر بہت رحم کرنے والے ہیں۔(بشکریہ ماہنامہ سوچنے کی باتیں)

> ایمان، عقائد اور عبادات سب کی غرض و غایت یہ اور صرف یہ ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں میں راحت و آرام کی زندگی حاصل ہو اور یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک انسان معاملات میں صادق اور اخلاق میں کامل نہ ہو جائے۔ (تعمیر ملت۔263)

انوار اولیا (حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ)

(ایم طالب)

دین و دنیا کے بادشاہ، وادی یقین کے شہباز، عالم انتہا کے ماہر اسرار دولت دنیا کے سرمایہ دار، عظیم الشان ملک کے بادشاہ یعنی حضرت ابراہیم ادھمؒ اپنے زمانے کے سب سے زیادہ متقی اور صدیق تھے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں گروہ فقراء کے تمام علوم کی کنجی ابراہیم ادھمؒ ہیں۔

ابتدا میں آپ بلخ کے بادشاہ تھے۔ بڑے کروفر اور شان و شوکت سے حکومت کرتے تھے، ایک رات اپنے محل میں محوخواب تھے آدھی رات کے وقت آنکھ ایک اچانک واقعہ سے کھل گئی معلوم ہوا کہ ایک آدمی چھت پر ٹہل رہا ہے۔ پوچھا ''تو کون ہے اور یہاں اس وقت کیا کر رہا ہے'' اس نے کہا ''آپ کا دوست ہوں اور یہاں اپنا اونٹ تلاش کر رہا ہوں'' آپ نے فرمایا ''بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ شاہی محلات کی چھتوں پر اونٹ آ جائیں'' اس آدمی نے جواب دیا۔ ''بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جامہ اطلس پہن کر عیش و عشرت میں خدا مل جائے''۔

یہ جواب سن کر آپ کے دل میں ایک خوف سا پیدا ہو گیا۔ دوسرے دن دربار عام میں جب آپ بصد شان و شوکت تخت پر تشریف فرما تھے۔ یکا یک ایک بارعب آدمی اندر داخل ہوا اور امراء، وزراء اور غلام وغیرہ میں سے کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ اس طرح گستاخانہ طور پر اندر آنے کی وجہ پوچھے چنانچہ وہ بے تحاشا آپ کے تخت تک پہنچ گیا۔ آپ نے نہایت تعجب سے پوچھا ''تو کون ہے اور یہاں کس طرح آیا ہے۔؟ اس نے کہا اس سرائے میں ذرا ٹھہرنا چاہتا ہوں''۔ آپ نے فرمایا ''یہ سرائے نہیں۔ شاہی محل اور دربار ہے'' اس آدمی نے کہا ''آپ سے پہلے اس محل میں کون رہتا تھا''؟ فرمایا ''میرا باپ''۔ پھر پوچھا ''تمہارے باپ سے پہلے کون تھا'' فرمایا ''میرا دادا'' اس طرح کئی پشتوں تک پہنچ کر اس نے پوچھا ''آپ کی بعد یہاں کون رہے گا'' فرمایا میری اولاد، پھر اس آدمی نے کہا ''ذرا خیال کرو جس مقام میں اتنے آدمی آئیں اور جائیں لیکن کسی کا مستقل قیام نہ ہو تو پھر وہ مقام سرائے نہیں تو اور کیا ہے''؟

یہ کہہ کر وہ شخص باہر آ گیا آپ تنہا اس کے پیچھے دوڑے اور پوچھا ''تم کون ہو'' اس نے

جواب دیا میں خضرؑ ہوں"۔

یہ سن کا آپ کا درد اور بڑھ گیا، چنانچہ واپس آ کر لیٹ گئے مگر سکون ندارد۔ چنانچہ آپ نے تخت حکومت پر لات ماری اور فقیرانہ لباس پہن کر شہر سے باہر نکل گئے، صحرا نوردی کرتے ہوئے آپ نیشا پور پہنچ گئے۔ ایک بھیانک غار میں نو سال تک ریاضت کی۔ نقل ہے کہ آپ چالیس سال تک صحرا نوردی کرتے رہے۔ ایک شخص آپ کے پاس ہزار درہم لایا اور فرمایا کہ "قبول فرما لیجئے" آپ نے فرمایا کہ میں محتاجوں سے کچھ نہیں لیا کرتا اس نے کہا "میں محتاج نہیں دولت مند ہوں"۔ آپ نے فرمایا "کیا تو اپنی دولت میں زیادتی کا خواہشمند نہیں"۔ اس نے کہا "ضرور خواہش رکھتا ہوں۔ فرمایا "لے جاؤ درہم اپنے" کیونکہ محتاجوں کا سردار تو ہی ہے۔

فرمایا "جس شخص کا دل تین حالتوں میں خدا کی طرف حاظر نہ ہو تو یہ اس امر کی نشانی ہے کہ اس پر دروازہ بند ہو چکا ہے اول تلاوت قرآن پاک، دوئم نماز کے وقت، سوئم ذکر الٰہی کے وقت پھر فرمایا "عارف کی نشانی ہے کہ وہ تفکر کرے اور ہر شے سے عبرت کا سبق سیکھے اور خداوند کریم کی صفت و ثنا کرتا ہے۔

فرمایا ۲ دو حجابوں کے اُٹھ جانے سے سالک کے دل پر انوار الٰہی کی بارش ہوتی ہے اول یہ کہ دونوں جہان کی دولت اور حکومت سے بھی راضی نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ اگر چھین لیا جائے تو غمگین نہ ہو کیونکہ کسی چیز کے حاصل ہونے پر خوش ہونا حریص ہونے کی اور غمگین ہونا غصے کی نشانی ہے۔

نقل ہے کہ لوگوں نے آپ سے پوچھا، کیا سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو قبول نہیں کرتا"۔

آپ نے فرمایا "تم خدا تعالیٰ کو جانتے ہو لیکن اسکی اطاعت نہیں کرتے۔ رسول اللہ ﷺ کو پہچانتے ہو مگر ان کی پیروی نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھاتے ہو مگر شکر ادا نہیں کرتے۔ جانتے ہو کہ دوزخ گنہگاروں کے لئے ہے مگر اس سے ذرا نہیں ڈرتے، شیطان کو دشمن سمجھتے ہو مگر اس سے نہیں بچتے۔ موت کو برحق سمجھتے ہو مگر سامان نہیں کرتے، خویش و اقارب اپنے ہاتھوں سے دفن کرتے ہو لیکن عبرت نہیں پکڑتے۔ بھلا جو شخص اس طرح کا ہو اسکی دعا کیونکر قبول ہو سکتی ہے؟

شک، تجسّس اور غیبت

(امتیاز احمد)

اللہ تعالیٰ سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۱۲ میں فرماتا ہے:

یـایھاالذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولاتجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ واتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ تواب رحیمo

(ترجمہ) اے اہل ایمان! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں، اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو، اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کریگا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے اس سے تو تم ضرور نفرت کرو گے (تو غیبت نہ کرو) اور خدا کا ڈر رکھو بیشک خدا توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہے۔

ہمیں یہاں شک وشبہات، دوسروں کے متعلق غیر ضروری کرید، اور غیبت سے دور رہنے کی ہدایت کی جارہی ہے، آیئے ہم دیکھیں کہ شکوک وشبہات کیا ہوتے ہیں؟ امام ابو بکر جصاص نے اپنی کتاب ''احکام القرآن'' میں شکوک وشبہات کی چار قسمیں بیان کی ہیں۔

۱۔حرام ۲۔واجب ۳۔مستحب اور ۴۔مباح!

حرام شک کی مثال اسطرح ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی بخشش، رحم اور معافی سے قطعی طور پر ناامید ہو کر یہ سوچنے لگے کہ بس اب تو میں کبھی بھی بخشا نہیں جاؤں گا، اللہ تعالیٰ مجھ سے کبھی راضی نہیں ہوگا، اور بس اب تو دوزخ ہی میرا ٹھکانہ ہے، اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

لایموتن احدکم الا وھو یحسن الظن باللّٰہ

تم آخری دم تک اللہ تعالیٰ کی ذات سے اچھی امید یعنی حسن ظن رکھو!

ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اناعندظن عبدی بی (بخاری ومسلم)

میں اپنے بندے کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں، جیسا وہ میرے متعلق ظن رکھتا ہو۔

واجب شک کی مثال ایسی ہے کہ جیسے فرض کیا کہ آپ بالکل اکیلے ہیں، آپ کو اس کا علم نہیں قبلہ کس طرف ہے، اور کوئی بتانے والا بھی موجود نہیں ہے، تب آپ اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق ایک اندازے سے قبلہ کا تعین کر کے نماز ادا کر سکتے ہیں۔

مستحب شک کی مثال ایسی ہے، کہ ہر مسلمان کے بارے میں آپ کو اچھی رائے اور اچھا خیال رکھنا چاہئے! یعنی روزمرہ کے معاملات میں بغیر کسی ٹھوس ثبوت کے آپ کسی بھی مسلمان کو چور یا بے ایمان نہ سمجھ لیں۔

مباح شک کی مثال ایسی ہے کہ جیسے آپ کو کسی وجہ سے یہ یاد نہیں رہا کہ آپ نے چار رکعت نماز ادا کی ہیں یا تین رکعتیں آپ کو جتنی رکعت کی ادائیگی اپنے طور پر ٹھیک معلوم ہوتی ہے، وہی سمجھ کر نماز پوری کر لیں۔

اب آیئے، ہم دیکھیں کہ اسلام میں کسی دوسرے کے بارے میں بلاوجہ تجسس کرنا یا اسکی جاسوسی کرنا کیسا ہے اِسلام ہمیں دوسروں کے راز کی باتیں معلوم کر کے انہیں سب کے سامنے عام کرنے کی بالکل اجازت نہیں دیتا، مثلاً اگر آپ نے چھپ کر کسی کی کوئی بات سن لی، یا سوتے رہنے کا بہانہ بنا کر آنکھیں بند کر کے کسی کی بات سن لی یہ جائز نہیں، اس بات کی اجازت صرف اس وقت ہے کہ جس سے آپ کو اپنی یا اپنے کسی مسلمان بھائی کے نقصان کا خطرہ لاحق ہو۔

اب آیئے دیکھیں کہ چغلی یا غیبت کیا ہے؟ کسی کے بارے میں کچھ بھی کہنا، جبکہ وہ موجود نہ ہو(گو آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ اس شخص کے بارے میں کچھ سچ بھی ہو) تب بھی چغلی یا غیبت ہوگی، حضورؐ کا ارشادگرامی ہے''کسی کی پیٹھ کے پیچھے اس کے بارے میں مت کہو کہ جسے سن کر اس کو صدمہ ہو، چاہے وہ بات سچ ہی کیوں نہ ہو اور اگر وہ بات جھوٹی ہوئی، تو یہ بہتان طرازی

ہوگی''۔یہ بات خاص کرقابل توجہ ہے کہ کسی کی کمزوریاں ،او رغلطیاں ڈھونڈ کرنکالنا،یا کسی کی غلطی یا کمزوری پر اسے طعنہ دینایابدنام کرنے کی کوشش کوقرآن حکیم میں 'لمز'' کہا گیا ہے ۔سورۃ الحجرات:11)

ولا تلمزوا انفسکم

(ترجمہ)اوراپنے (مومن بھائی) کوعیب نہ لگاؤ۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب تو دوسروں پرعیب لگاؤ گےتو دوسرے بھی تم پرعیب لگائیں گے یہ قرآن حکیم کی فصاحت وبلاغت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دوسروں کی غلطیاں یا کمزوریاں (برائیاں)تلاش کرنا گویا ایسا ہی ہے جیسے تم خود ہی اپنی برائیاں تلاش کررہے ہو۔اس بلاغت کی دوسری مثال یہ ہے ۔سورۃ النساء:29

ولا تقتلوا انفسکم

(ترجمہ)اپنے آپ کوہلاک مت کرو۔

مطلب یہ کہ اگرتم کسی دوسرے کوہلاک کرنا چاہو گےتووہ بھی تمہاری جان لینے کےدرپے ہو گا۔عیب جوئی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔سورۃ الہمزۃ:1

ویل لکل همزة لمزةo

(ترجمہ)ہرپس پشت عیب نکالنے والے اوررودرروطعنہ دینے والے کے لئے بڑی خرابی ہے۔یہی بات بہادرشاہ ظفر نے اپنے ایک شعر میں کہی ہے:

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر رہے دیکھتے لوگوں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پر نظر تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

چونکہ غیبت بہت بڑا گناہ ہے اس لئے اس کی مزید تفصیل پیش کرتا ہوں ۔سورۃ الحجرات کی آیت نمبر۱۲ میں اللہ تعالیٰ نہایت موثر انداز میں تلقین فرمارہے ہیں کہ جس طرح تمہیں اپنے مردہ

بھائی کا گوشت کھانے سے نفرت ہے بالکل ویسے ہی تمہیں غیبت کرنے سے بھی نفرت ہونی چاہئے ۔نوٹ فرمایئے کہ اگر کسی کی برائی کسی کے سامنے کی جائے تو بہت ممکن ہی اسے اپنی صفائی میں کچھ کہنے کا موقع مل سکے، جبکہ اگر اسکی برائی یا غیبت اسکی غیر موجودگی میں کی گئی ہو تو اس شخص کو بہت زیادہ تکلیف اور نقصان ہو سکتا ہے، غیبت صرف زبان ہی سے نہیں ہوتی بلکہ ہاتھ پاؤں اور دوسری حرکات وسکنات سے بھی ممکن ہے، مثال کے طور پر اگر کوئی لنگڑا ہے تو اسکی چال کی نقل اتار کر چلنا بھی غیبت میں شامل ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے: (غیبت زنا سے بھی بڑا گناہ ہے)(ترمذی)

ابوسعیدؓ اور جبیرؓ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: زنا کے ارتکاب کے بعد اگر کوئی سچے دل سے توبہ کر لے تو یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادے، مگر غیبت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک معاف نہیں کرے گا، جب تک کہ وہ جس کی غیبت کی گئی ہے، غیبت کرنے والے کو خود معاف نہ کردے۔(ترمذی)

ایک بار اللہ کے رسول ﷺ نے دو قبروں کی طرف اشارہ کرکے اپنے صحابہؓ کو بتایا کہ ان دونوں پر اس وقت عذاب نازل ہو رہا ہے، ایک تو وہ ہے، جو دوسروں کی غیبت کیا کرتا تھا، اور دوسرا وہ ہے جو پیشاب کرنے کے دوران اپنے کپڑوں اور جسم کی پیشاب سے حفاظت نہیں کرتا تھا۔(بخاری اور مسلم)

یہی وجہ ہے کہ ایک بار اللہ کے رسول ﷺ نے عائشہؓ سے ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ چھوٹے چھوٹے اور معمولی گناہوں سے بچا کرو کیوں کہ یہ چھوٹے اور معمولی گناہ عذاب قبر کا باعث بنتے ہیں۔

معراج کے دوران اللہ کے رسول ﷺ نے دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جن کے ناخن سرخ تانبے کے بنے ہوئے ہیں، اور وہ لوگ ان لمبے ناخنوں سے اپنا ہی منہ اور سینہ نوچ رہے ہیں ۔

حضورﷺ نے جبرائیل امین سے دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں اپنے ہی بھائیوں کا گوشت کھایا کرتے تھے، یعنی لوگوں کی پیٹھ پیچھے ان کی برائی کیا کرتے تھے، اور ان کی غیبت کیا کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولﷺ نے کہا کہ ایک مسلمان کا اپنے مسلمان بھائی کو جان سے مارنا، اس کا مال واسباب دبالینا، اور اسکی غیبت کرنا اسلام میں حرام ہے۔ (مسلم) حضرت ابوہریرہؓ سے ایک اور روایت ہے کہ اللہ کے رسولﷺ نے فرمایا اگر کوئی جھوٹ بولنا نہ چھوڑے، اور رمضان میں روزے رکھ کر کھانا پینا چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اس کے روزے قبول نہیں کرے گا۔

امام غزالیؒ احیاء العلوم میں تحریر فرماتے ہیں، کہ ایک شخص حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کی غیبت کیا کرتا تھا۔ آپ نے اس آدمی کو کچھ کھجوریں اس پیغام کے ساتھ بھیجیں، کہ میری غیبت کر کے تم اپنی نیکیاں میرے نام لکھوا رہے ہو میں تمہارا بہت احسان مند ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو نیکی تم میرے ساتھ کر رہے ہو یہ انعام اس کے لئے کافی نہیں ہے۔ میری درخواست ہے کہ تم میرا یہ ادنیٰ تحفہ قبول کر لو۔

یاد رکھئے کہ ہمیں کسی بچے، یا دیوانے، یا اسلامی مملکت میں رہنے والے کافر کی بھی غیبت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

مندرجہ ذیل باتیں غیبت کے دائرے میں نہیں آتیں۔

۱۔ کسی سے کسی ظالم حاکم کی شکایت کرنا تاکہ وہ اس کی باز پرس کرے۔

۲۔ کسی باپ سے اس کے بیٹے کی یا شوہر سے اس کی بیوی کی شکایت کرنا تاکہ وہ ان کی اصلاح کریں۔

۳۔ فتوے حاصل کرنے کے لئے کسی واقعہ کا تفصیل سے بیان کرنا

۴۔مسلمانوں کومذہب کی بناپر دیئے گئےالزام سے بچانے کے لئےتفصیلی بیان جاری کرنا۔
۵۔ڈاکٹریاوکیل وغیرہ سےمشورہ حاصل کرنے کے لئےمفصل حالات بیان کرنا۔
٦۔کسی ایسےشخص کےگناہ کوتفصیل سے بیان کرنا جواس نے دن دھاڑے دیدہ دانستہ کئے ہوں،اور جن کے کرنے کےبعدان پرکھلم کھلافخر کااظہار کیاہو۔

واضح ہے کہ مندرجہ بالاتمام باتیں کسی ضرورت کےتحت بیان کی جاتی ہیں،ان باتوں کے بیان کرنے سےکسی کی بےعزتی کرنامقصودنہیں ہوتا۔

علاوہ ازیں کسی کوکسی کی غیبت کرتے ہوئےسن لینابھی گویاغیبت کے برابر ہے۔غیبت بیک وقت حقوق اللہ اورحقوق العبادکوپائمال کرتی ہے۔اس لئے جس کی غیبت کی گئی ہے اس سےمعافی طلب کرناضروری ہے۔کیونکہ جب تک وہ شخص معاف نہیں کرتا،اس وقت تک اللہ تعالیٰ بھی معاف نہیں فرمائے گا،اگروہ شخص زندہ نہیں ہےیالاپتہ ہے،توپھرقصاص دیناہوگا۔اس سلسلہ میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولﷺ نے فرمایا:"غیبت کرنے والااپنے اورغیبت کئے گئےشخص کےگناہوں کی معافی اللہ تعالیٰ سےطلب فرمائے۔"

دعاہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں شک وشبہ،بےجاتجسس اورغیبت جیسی بری عادتوں سے بچائے۔

(آمین)

انسان میں ایک صفت ایسی عجیب وغریب ہے،جوجڑاوربنیادہےساری تمدنی ترقی کی۔وہ صفت یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کےہرشعبہ میں چھوٹی سےچھوٹی تکلیف کوبھی بےحدمحسوس کرتااوراسکودورکرکےزیادہ سےزیادہ آرام حاصل کرنے کی کوشش میں دن رات مصروفِ عمل رہتاہے۔ (تعمیرملت۔ 260)

شاہین شہ لولاک

(عبدالرشید ساہی)

تیرا جوہر ہے نوری پاک ہے تو
فروغ دیدہ افلاک ہے تو
تیرے صید زبوں افرشتہ و حور
کہ شاہین شہ لولاک ہے تو

علامہ اقبالؒ حضرت انسان سے مخاطب ہیں فرماتے ہیں۔تیرا اصل تو نوری ہےاور تجھے پاک بنایا گیاہے رب کبریا نے تجھے اپنے ہاتھوں سے بنایا اور تجھ میں نور یعنی اپنی روح پھونکی ہے آسمان کے فرشتوں نے تجھے حیرت سے دیکھا قرآن مجید میں سورۃالرحمٰن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا رحمٰن نے انسان کو بنا کر اس کی روح کو قرآن سکھایا اس کو علم پڑھایا اور پھر انسان کو بنایا پھر اس کو جنت میں داخل کر دیا اور فرشتوں اور حوروں کو اس کا تابع فرماں بنادیا فرشتوں نے حضرت انسان کوسجدہ کیا اللہ رب العزت نے انسان کو مسجود ملاک کا منصب عطا کیا اور پھر زمین کا خلیفہ اوراپنا نائب بنا دیا پھر اپنے محبوب ترین رسول نبی مکرم ومحترم کو معراج کروائی اپنی ساری سلطنت اور انتظام حکومت سے آگاہ فرمایا اور سدرۃالمنتہا سے آگے اپنا روشن دیدار کرایا اور زمین وآسمان میں اس کو یکساں طور پر قابل احترام بنادیا جب تک انسان اپنے مطلوب ومقصود اللہ سے آشنا رہتا ہے اپنے رب کی خدائی اور کبریائی کا ثنا خواں رہتا ہے قابل احترام رہتا ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ساری کی ساری عزت میری ذات کیلئے،میرے پیارے محبوب رسولؐ کیلئے اور مومنین کیلئے ہے۔

لیکن جب انسان خدائی فرمان کو فراموش کر دیتا ہے تو مقام عزت اس سے چھن جاتا ہے۔ علامہ فرماتے ہیں۔

یہی ہے سلطان بحرو بر کا
کہو کیا ماجرا اس بے بصر کا

نہ خود بیں نے خدا بیں نے جہاں بیں
یہی شاہکار ہے تیرے ہنر کا

اللہ تعالیٰ نے جہان کی ساری اشیاء کو تصور میں لا کر کن کہہ کر بنایا ہے مگر صرف حضرت انسان کو خود اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے یہ اس کو بہت پیارا اور عزیز ہے پھر اس کی خدمت کیلئے زمین و آسمانوں کے سارے نظام کو ترتیب دیا اس کی ضرورت کی تمام اشیاء پیدا فرمائیں ۔

علامہ اقبال سوالیہ انداز میں اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوتے ہیں فرماتے ہیں اے رب کریم یہی تیری خدائی کا انمول شاہکار ہے اس اندھے نے نہ تو خود کو پہچانا کہ میں کون ہوں میری اہمیت کیا ہے میرا مقام کیا ہے میری اصل کیا ہے میرے فرائض کیا ہیں ،میرا حاصل زندگی کیا ہے، میرا انجام کیا ہے اور اے رب کریم نہ اس اندھے نے تجھ کو پہچانا کہ میرا خدا کون ہے ،اس کا مقام کیا ہے، اس کی شان کیا ہے، اس کے اختیارات کیا ہیں، اس کی حکومت کہاں ہے، کہاں تک ہے اور یہ اندھا نہ تیرے جہان کے بارے میں معلومات حاصل کر سکا کہ اس کی وسعت کہاں تک ہے اس میں اس کے علاوہ کون کونسی معلومات ہیں کتنی قسم کے جانور ہیں کیسی کیس نسل کے حیوانات ہیں، پرندے ہیں، چرندے ہیں، یہ موسموں کا تغیر و تبدل یہ پھولوں کا کھلنا، بیج کا پھوٹنا فصلوں کا پکنا، یہ دھوپ اور سایہ یہ چاند ستارے یہ سورج اور یہ کہکشائیں سردی اور گرمی بادلوں سے بارش کا برسنا اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ ہم نے زمین و آسمان کے درمیان جو کچھ ہے اس لئے بنایا ہے کہ انسان اس کو مسخر کرے اور اپنے تصرف میں لائے اس کام کو آج کل مغرب انجام دے رہا ہے مشرق والے محو حیرت ہیں ۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ، کیا یہ بیج جو پھوٹتے ہیں تم پیدا کرتے ہو یا یہ آسمان سے جو پانی برستا ہے تم برساتے ہو نہیں ہمارا کام ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الرحمٰن میں جن و انس سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے ۔

اے جنوں اور انسانوں اگر تم طاقت رکھتے ہو تو میری سلطنت سے باہر نکل کر دکھاؤ تم میری زمین اور میرے آسمانوں کو عبور نہیں کر سکتے جس طرف بھی جاؤ گے میری ہی حکومت ہو گی ۔

یہی حضرت انسان ہے جس کے دل میں رب کبریا سما جاتا ہے وہ ذات پاک جس کی حکومت

کا عقل ادراک نہیں کر سکتی اس بے انتہا سائنسی ترقی کے باوجود انسان ابھی تک اس کی سلطنت کے چھوٹے سے ٹکڑے زمین کا سرا تلاش نہیں کر سکا۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

وہ میرا رونق محفل کہاں ہے
میری بجلی میرا حاصل کہاں ہے
مقام اس کا ہے دل کی خلوتوں میں
خدا جانے مقام دل کہاں ہے

جب تک خدائی روح انسانی جسم میں بیدار رہتی ہے اس وقت تک یہ مٹی کا پتلا خدائی صفات کا مظہر ہوتا ہے اس کا بات کرنا خدا کا بات کرنا اور اس کا دیکھنا خدائی بصیرت سے ہوتا ہے۔ یہ انسان سے خدائی محبت کا اظہار ہے کہ اس کی اصلاح و فلاح کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے عزیز ترین بندے منتخب فرمائے بڑی بڑی جابر اور سرکش قوموں میں رسول آئے۔ اللہ کا پیام انسانوں کو پہنچایا مگر بہت زیادہ پیغمبر اور رسول سرے سے شہید کر دیئے گئے اور دکھ اور اذیتیں تو سب قوموں نے اللہ کے بندوں کو پہنچائیں اس سے بڑا ستم کیا ہو سکتا ہے کہ سب سے زیادہ ستم تو اس کے پیارے رسولؐ اور محبوبؐ پر روا رکھا گیا کون کونسا ظلم اور جبر ہے جو آپ پر نہیں کیا گیا لیکن اس کی باوجود بھی اللہ کے بندے اور اعلیٰ ترین انسان خدا کا پیغام اس کی مخلوق تک پہنچاتے رہے اور خدائی محبت کے جام اس کے انسانوں کو پلاتے رہے۔

معرکہ بدر و حنین اور کارزار کربلا ایسے ہی تو نہیں سجے یہ سب قربانیاں اللہ تعالیٰ کو چاہنے والے انسانوں نے ادا کی ہیں جب کوئی انسان خدائی پیار کو اپنا لے اور اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے سپرد کر دے اس انسان کے نزدیک بڑی سے بڑی قربانی بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

کچھ واقفِ آداب محبت نہیں مرتے
کچھ صاحب اسرار سدا زندہ رہیں گے
احساس کے پھولوں کو خزاں چھو نہیں سکتی
اُلفت کے چمن زار سدا زندہ رہیں گے
نسبت ہے یہاں غم انسان سے جن کو
وہ دیدہ بیدار سدا زندہ رہیں گے

فتح و غلبہ کے دو الٰہی نظام

(مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

۵ جون کی جنگ

جب ہم اس جنگ میں کودے تو گویا ہم تہی دامن تھے، نہ ہمارے پاس طبعی نظام تھا جو ہم میں بیداری، احتیاط، اتحاد باہمی، محبت، ایثار، قربانی، سرفروشی اور شجاعت پیدا کرتا، ہمیں محنت و مشقت کا عادی بناتا اور دنیاوی چمک دمک کی حقارت ہمارے دلوں میں پیدا کرتا ہم اس طبعی قانون کے بھی پوری طرح پابند نہیں تھے، نہ ہمارے پاس وہ مقدس نظام ہی تھا، جسکی کامیابی کی ضمانت اللہ تعالیٰ نے کی ہے اور فرمایا ہے:۔

وان جندنا لهم الغلبون ۔(الصفت ۱۷۳)

اور بیشک ہمارا لشکر ہی غالب ہو کر رہے گا۔

اگر اللہ تعالیٰ یہ فرماتا کہ ''ان جندنا غالبون ''تو کافی تھا، یہ فرماتا کہ ''ان جندنا لغالبون '' تب بھی کافی تھا لیکن بات میں زور، یقین اور وزن پیدا کرنے کیلئے فرمایا گیا۔

انهم لهم المنصورون ٥ وان جندنا لهم الغلبون ٥ (الصفت ۱۷۲،۱۷۳)

''یقیناً ان کی مدد کی جائے گی اور بیشک ہمارا لشکر ہی غالب ہو کر رہے گا''۔

انا لننصر رسلنا والذين امنوا فى الحيوة الدنيا و يوم يقوم الاشهاد ٥

''یقین جانو کہ ہم اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی مدد اس دنیا کی زندگی میں بھی لازماً کرتے ہیں اور اس روز بھی کریں گے جب گواہ کھڑے ہوں گے''۔ (المومن ۔۵۱)

جنگ کے زمانہ میں مصر کی اخلاقی و دینی حالت

ہم جب میدانِ جنگ میں پہونچے تو ہم نے ہوائی باتوں، بے سروپا دعووں پر اعتماد کیا، ہم دشمن سے عالم خیال میں معرکہ آرائی کرتے رہے، لذائذ و خواہشات کے غلام بنے رہے، ان قوموں کی طرح جن کی مثالیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بکثرت بیان فرمائی ہیں، نہ جانے ہم

کس انجام کے منتظر تھے؟

میں آپ کے معاملہ میں اپنی صاف گوئی اور حق گوئی پر مجبور رہوں کیونکہ میں جب دنیا کے کسی خطہ میں بھی جھوٹ سے پناہ مانگتا ہوں تو رسول اللہ کے جوار اور ان کی مسجد کے زیر سایہ غلط بیانی سے کیوں کام لوں؟ ہماری زندگی کا جو رُخ تھا اور ہے اس کا اندازہ تو ہمارے ریڈیو اور ہماری صحافت سے بخوبی ہو جاتا ہے۔

صرف زمانہ جنگ اور اس سے چند دن قبل کے اخبارات و رسائل پڑھیئے کیا یہ اخلاق اور یہ طریقہ زندگی اللہ اور اس کے رسول کی رضا کا موجب ہو سکتا ہے؟ کیا اُم کلثوم کے گیت اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کی رضا اور فتح و کامرانی کے نزول کا ذریعہ بن سکتے ہیں؟ کیا یہ نائٹ کلب، عریانی و بے حیائی کے اڈے، جسے ہمارے بھائیوں نے اس ملک میں نئی زندگی بخشی جس پر مقدس اسلامی مقامات کے دفاع کی سب سے بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، ہمیں رسوائی و ہزیمت سے بچا سکتے ہیں؟

ایک غیر عرب بادشاہ کا عمل

مسلمانوں پر تو یہ لازم تھا کہ وہ ہنگامی حالت میں رہتے، ہمیشہ مستعد اور تیار رہتے، اپنے آپ پر اللہ کی مباح کی ہوئی لذتیں تک حرام کر لیتے، اور ان پر بے چینی اور ہمہ وقت بے کلی طاری رہتی، زندگی ان کیلئے تلخ ہو جاتی، یہ سانحہ اس کا متقاضی تھا۔

تاریخ میں ایک غیر عرب بادشاہ نے یہی کر کے دکھایا ہے، جب شہنشاہ بابر (اس سلطنت مغلیہ کا بانی جو ساڑھے تین سو سال تک ہندوستان میں رہی) کا مقابلہ اس کے دشمن رانا سانگا کے لشکر سے ہوا تو یہ دونوں لشکر تعداد و اسباب کے اعتبار سے بیّن فرق رکھتے تھے، بابر کے ساتھ صرف بیس ہزار سپاہی تھے، اور رانا کا لشکر ایک لاکھ سپاہیوں پر مشتمل تھا۔

بابر شراب کا رسیا تھا، تاریخ میں یہ مشہور بات ہے کہ وہ ہمہ وقت شراب میں مست رہتا مگر اس نازک اور آزمائشی موقع پر اس نے کامیابی کیلئے دُعا کی اور شراب اور تمام شرعی محرمات اور منکرات سے توبہ کی اور میدان جنگ میں کود پڑا دشمن سے زبردست جنگ کے بعد عظیم الشان فتح

حاصل کی اور اس وسیع مسلم حکومت کی بنیاد رکھنے میں کامیاب ہوا جسکے لازوال اجتماعی وتمدنی آثار اب بھی باقی ہیں۔

حقیقت پسند فوجیوں کا یہ طرز ہوتا ہے، اور حقیقت دوست لوگ ایسے ہوتے ہیں، رہا شکست خوروں کا حال تو ان کی داستانیں مشہور رہی ہیں ۔۔ انہیں مجھ سے زیادہ آپ جانتے ہیں۔

کیا یہ رزم و جنگ الف لیلہ کے ڈراموں میں سے کوئی ڈرامہ ہے کہ کوئی طائفہ کوئی تمثیل مزاحاً اور تفریحاً پیش کرے، وہ وزیر یہ فوجی وغیرہ جب کوئی حقیقی مسلح لشکر آجاتا ہی تو مسخروں کی فوج بھاگ کھڑی ہوتی ہے اور ڈرامہ دھرا رہ جاتا ہے۔

نمائشوں، ڈراموں کا خاص موقع ہوتا ہے، یہ امن و آسائش کے زمانہ اور اطمینان وفراغت کے ماحول میں کئے جاتے ہیں۔

شکست تعجب خیز نہیں

اب ایسی صورت میں ہم کیوں نہ اس نکبت و ذلت اور رسوائی کے مستحق ہوتے جو ۵/جون کے سانحہ میں ہمارے حصہ میں آئی۔

اللہ تعالیٰ کی بے شمار صفات میں سے ایک صفت عدل بھی ہے ہم سب کا اس پر ایمان ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم واقعی اسی شکست کے مستحق تھے، شکست کا ہونا تعجب خیز اور حیرت انگیز اور بعید از قیاس نہیں اس کے برعکس ہوتا تو حیرت اور تعجب کی بات تھی۔

کیا اللہ تعالیٰ ان نام نہاد مسلمانوں کی مدد کرتا جو اپنے بھائیوں کے دشمن اور اپنے دشمن کے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

محمد رسول اللّٰہ۔ والذین معه اشداءُ علی الکفار رحماءُ بینهم (فتح۔۲۹)

''محمد ﷺ خدا کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل''۔

یمن کی داستان غم

مگر ہم دشمنوں کے بارے میں رحم دل اور آپس میں انتہائی سنگدل ہیں، اس غریب یمن کا کیا قصور تھا؟ اسے اپنی بہادری، جنگ آزمائی اور انتقام کا مرکز ومیدان کیوں بنایا گیا؟ یہ شجاعت اپنے حقیقی دشمن کے خلاف کیوں استعمال نہیں کی گئی؟ مگر مصریوں کا حال تو اس شعر کے مصداق ہے۔

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

ظلم وستم کے شکار یمنی مسلمانوں کے خونِ ناحق کی پرسش جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو ان کے پاس کیا جواب ہوگا؟ وہ منصف حقیقی تو قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

واذا الموءدة سئلتo بای ذنب قتلتo (تکویر۔۸۔۹)

''جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی''۔

ایک نوزائیدہ بچی کے قتل ناحق پر جو عہد جاہلیت میں زندہ دفن کی جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کے قاتل سے پرسش ہوگی تو قوم کی اتنی بڑی تعداد کے قاتل قیامت میں اپنا دامن کیسے چھڑا سکیں گے۔

قریب یارو ہے روزِ محشر، چھپے گا کشتوں کا خوں کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر، لہو پکارے گا آستیں کا

وہ اہل یمن جن کے متعلق حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:۔

اتاکم اھل الیمن، ارق افئدة والین قلوبا، الایمان یمان، والفقه یمان، والحکمة یمانیة (صحیح بخاری)

تمہارے پاس یمن کے لوگ آئے ہیں، جن کے دل سب سے زیادہ نرم اور رقیق ہیں، ایمان یمن کا حصہ ہے، دین کی سمجھ یمن کی سوغات ہے اور حکمت یمن کا مال ہے۔

اس قوم کا کیا قصور تھا؟ کیوں یہ اس تباہی کی مستحق قرار دی گئی؟

''نغمہ ہندی ہے تو کیا، لے تو حجازی ہے مری''

یہ میری قسمت میں نہیں تھا کہ میری پیدائش اس مقدس مقام پر ہو، اللہ تعالےٰ کی حکمت اور مشیت کہ میں بہت دور پیدا ہوا، میری نشو ونما ایسے ملک میں ہوئی جہاں عربی زبان بولی نہیں جاتی، یہاں ہمارے استاد علامہ تقی الدین ہلالی مراکشی تشریف فرما ہیں، ان سے ہمارے ملک کے متعلق دریافت کیجئے، یہ عرصہ تک وہاں مقیم رہے، ایک ایسا ملک جو مرکز اسلام سے طویل فاصلے پر ہے، وہاں کے لوگ عربی زبان سے بہت کم واقف ہیں، مگر الحمد اللہ اپنے اسلامی عقیدے پر نازاں ہیں، ہمارا اس پر پختہ عقیدہ اور ایمان ہے کہ ہماری سعادت، کامیابی اور بقا کا راز حضرت محمد ﷺ کے اتباع ہی میں مضمر ہے، ہمارے شاعر نے کہا ہے:۔

محمد عربی کا بروئے ہر دوسرا ست
کسے کہ خاک درش نیست خال برسراو

حضرت محمد صلعم کی قیادت کو تسلیم کئے بغیر ہم کبھی فوزوفلاح نہیں پا سکتے، اگر آپ نے اس سے انکار کیا جیسا کہ عرب قومیت کے رہنماؤں نے کیا ہے تو اس کے نتیجہ میں تائید غیبی، فتح ونصرت اور عزت وسربلندی سے ہم محروم ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ نے عربوں کی ترقی، سربلندی اور مستقبل کو حضرت محمد صلعم کے دامن سے وابستہ رکھا ہے، کسی اشترا کی لیڈر اور قومیت کے رہنما سے نہیں۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح وقلم تیرے ہیں

نہ صرف عربوں کی بقا و ترقی، عزت وسربلندی اور فتح وکامرانی کا انحصار محمد رسول اللہ کی غلامی اور پیروی میں ہے، بلکہ آپؐ کی بعثت کے لمحے سے قیامت تک تمام دنیا کے انسانوں کی فلاح وبہبود، سعادت ونجات آپؐ ہی کے نقش قدم کے اتباع اور دامن سے وابستگی میں ہے۔

عرب قومیت کے علم برداروں نے کیا دیا؟

حیوانات کی بڑی تعداد، واقعات اور تجربات سے فائدہ اٹھاتی ہے، سبق حاصل کرتی ہے، ہم کیوں نتیجہ نہیں نکالتے؟ نفع ونقصان کا گوشوارہ نہیں تیار کرتے؟ ہمیں ان عرب قومیت کے زعماء اور انتہا پسند ملحد لیڈروں نے کیا دیا؟ کس برے انجام کے رخ کوانہوں نے موڑا؟ کون سی آفت ٹالنے میں یہ کامیاب رہے؟ کون سا کھویا ہوا اعتماد انہوں نے دوبارہ حاصل کیا؟ اقتصادی اور معاشی خوشحالی لانے میں یہ کب کامیاب رہے؟ صنعت وحرفت، ایجاد واختراع میں عرب ممالک کی پسماندگی اور محتاجی کہاں ختم ہوئی؟ انہوں نے تو ہماری تابناک تاریخ پر سیاہی پھیر دی، ہمارے رعب واثر کا بڑا حصہ لوگوں کے دلوں سے زائل کردیا، ہم ہمیشہ اپنی اسلامی عربی تاریخ پر فخر کیا کرتے تھے۔۔۔مگر آج۔۔۔عام مجلسوں میں اس کا حوالہ دینا دشوار ہوگیا ہے، جوعظمت رفتہ ہمیں ہمیشہ حال ومستقبل میں حوصلہ دیتی رہی وہ ان لیڈروں کے بے دانشی کی نذر ہوگئی۔

عرب قومیت میں غیر عربوں کے لئے کوئی کشش نہیں

یہ کوئی دانش مندی کی بات اور عقل مندی کا تقاضا نہیں کہ ہندوستان، پاکستان، انڈونیشیا، ترکی، ملیشیا کا انسان تمہاری عرب قومیت کی وجہ سے تمہارا احترام کرے، وہ تو اسلام، ایمان اور انسانیت کی ہدایت کیلئے تمہاری تاریخی کوششوں کی بناء پر تمہارا احترام کرتا ہے، کمزوروں کی دستگیری، ظالموں کی سرکوبی یہ تمہارا شعار رہا، تمہارے اعلیٰ اخلاق وصفات اور اسلامی دعوت سے تمہاری وابستگی نے مشرق ومغرب کے مسلمان کے دل میں محبت جاگزیں کی اور ان ہی خصوصیات کی وجہ سے اسلامی دنیا نے تمہیں ہمیشہ اپنے سینے سے لگایا، اور محبوب رکھا، صدیوں پہلے جزیرۃ العرب سے نکل کرتم نے اسلام کی روشنی وسط ہند تک پہنچائی، افغانستان، ایران، سمرقند، بخارا، یہ سب تمہارے زیرنگیں ہوگئے، یہ وہ ممالک ہیں، جن کی تاریخ شکست سے ہمیشہ ناآشنا رہی، انہوں نے کبھی تلوار کی دھار کے آگے گردن نہیں ڈالی، انہیں اسلام نے شکست دی، اسلام کے اعجاز، اس کے پیام ودعوت کے آگے یہ جھک گئے، عربوں نے انہیں اپنا غلام نہیں بنایا

بلکہ اسلام نے انہیں اپنا حلقہ بگوش کیا، یہ انصاف، مساوات اور انسانیت کی خیر خواہی کے ان مظاہر کے آگے سپر انداز ہوئے جنہیں تم لے کر پہنچے تھے، اس دعوت سے دنیا کی مختلف رنگ و نسل کی قومیں متاثر ہوئیں جسے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ لے کر آئے اور جس میں پوری انسانیت کی فلاح و نجات کا سامان تھا۔

قومیت عربیہ اور عالم انسانیت

مجھے بتایئے کہ عالم انسانیت کے لئے قومیت عربیہ کے پاس کیا پیام اور کونسا فلاحی پروگرام ہے؟ تمام بنی نوع انسان کی کونسی بہتری کسی بھی قومیت کی دعوت میں ہے؟ قوم، جنس، رنگ و نسل کے حریف تو ہر جگہ ہیں، اگر تمہیں اپنی عرب قومیت پر فخر ہے تو دنیا میں سینکڑوں قومیں ہیں جنہیں اپنی اپنی قومیت پر فخر ہے، کسی قومیت کو دوسری قومیت یا کسی قدیم تہذیب و کلچر پر دوسری کو کوئی افضلیت نہیں، افضلیت تو اس پیام کیلئے، جسے حضرت محمد ﷺ پیش فرما گئے۔

دنیا تمہاری منتظر ہے

اے عربو! اسلامی دنیا تمہارا احترام کرتی ہے، اس کی قدر کرو، اسلامی غیرت اور انسانی ہمدردی کے باقی ماندہ اثاثے کو لے کر اٹھو، دنیا تمہاری منتظر ہے کہ تم اسے اس بیسویں صدی کی جہالت سے نکالو، جس نے اسے پامال اور مشرق و مغرب کو مسموم کر دیا ہے، قیادت اور ہدایت کے اپنے دیرینہ منصب و مقام کی طرف لوٹو، آفاق کی وسعتوں میں دعوت اسلامی کا فریضہ انجام دو، کامیابی اور کامرانی ہر معرکہ میں تمہارے ہم رکاب ہوگی۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

ان تنصروا اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم۔

پاکستان کس کی جاگیر؟

جسٹس (ر) کے ایم اے صمدانی

آزادی سے قبل کا ایک واقعہ ہے جس کا میں عینی شاہد تو نہیں لیکن چونکہ مجھ تک معتبر ذرائع سے پہنچا ہوا ہے اس لئے نقل کر رہا ہوں۔ ابھی پاکستان معرض وجود میں نہیں آیا تھا اور انڈین نیشنل کانگریس کے دو مسلمان اراکین مولانا ابوالکلام آزاد اور حسین احمد مدنی صاحب پاکستان کی پورے شد و مد سے مخالفت کر رہے تھے چنانچہ مسلمان زعما کا ایک وفد ان دو بزرگوں کی خدمت میں اس خیال سے گیا کہ انہیں پاکستان کی مخالفت سے باز رکھے اور مسلم لیگ میں شمولیت کی دعوت دے۔ جب گفتگو کا سلسلہ آگے بڑھا تو مولانا صاحب اور مدنی صاحب نے فرمایا کہ ''بھئی ہم بھی مسلمانوں کے دشمن تو نہیں ہیں لیکن جس علاقہ میں آپ پاکستان بنانا چاہتے ہیں (اشارہ مغربی پاکستان کی طرف تھا) وہاں کا مزاج جمہوری نہیں۔ آپ کی مملکت پاکستان اور بھارت کی ریاست رامپور میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہوگا'' اب پاکستان بنے ہوئے تقریباً ساٹھ سال گزر چکے ہیں اور ہم انتظار میں ہیں کہ ان کانگریسی مسلمانوں کا قول غلط ثابت ہو لیکن ساٹھ سال گزرنے کیساتھ ساتھ اس قول کی صداقت واضح ہوتی جا رہی ہے۔

امن و امان کی صورتحال دگرگوں ہے۔ تمام تر توجہ چند حکمرانوں کی حفاظت پر ہے جبکہ عام شہری کو بنیادی حقوق بھی حاصل نہیں۔ اگر آپ کے پاس اثر و رسوخ ہے، خواہ وہ ناجائز طریقے سے کمائی ہوئی دولت کی وجہ سے ہے یا منصب کے غلط استعمال کی وجہ سے، آپ قتل بھی کریں گے تو چرچا نہیں ہوگا جبکہ اثر و سوخ نہ رکھنے والا شہری آہ بھی کرتا ہے تو پکڑا جاتا ہے۔ میری ناچیز رائے میں تو حالات رامپور سے بدتر ہیں۔ رامپور میں بظاہر نوابی تھی جمہوریت نہیں۔ یہاں نام جمہوریت کا ہے اور سیاستدانوں اور فوجی افسروں نے پاکستان کو اپنی جاگیر بنا رکھا ہے۔

کسی نام نہاد وزیراعظم کے باپ کی برسی کو کامیاب بنانے کے لیے لاہور میں بسوں کی پکڑ دھکڑ شروع ہو جاتی ہے۔ کوئی یہ پوچھنے والا نہیں کہ یہ کس قانون کے تحت ہو رہا ہے کسی نام نہاد وزیر اعظم کے بیٹے کو اگر موٹروے پر تیز رفتاری کا شوق ہوتا ہے تو والد صاحب بیٹے کی حفاظت کیلئے عوام کے خرچ پر ہیلی کاپٹر سے مانیٹرنگ کرواتے ہیں۔ پہلا سوال یہ ہے کہ قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے تیز رفتاری کی اجازت کیوں دی گئی۔ دوسرا یہ کہ صاحبزادے کی حفاظت کیلئے عوام کا پیسہ کیوں خرچ کیا گیا۔ عوام کو اس بات کا احساس ہی نہیں کہ یہ سب غلط ہے۔ یہاں عوام سے

میری مراد وہ پڑھے لکھے لوگ ہیں جو غلط اور صحیح میں تمیز کر سکتے ہیں لیکن کرنا نہیں چاہتے ۔ایک دفعہ میں لاہور ہائیکورٹ بار ایسوسی ایشن کے ایک کمرے میں بیٹھا تھا کہ دو وکیلوں کی گفتگو میرے کان میں پڑی ۔واضح رہے کہ وکیل کم از کم ڈبل گریجویٹ ہوتا ہے ۔ان میں سے ایک جو شاید پیپلز پارٹی کا مخالف تھا دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ ''یار تمہارے بھٹو نے تو اپنی وزارت عظمٰی کے دوران دو چار قتل کروا دیئے''اس بات کا جواب یہ دیا گیا کہ اگر وہ اتنا بھی نہ کرتا تو پھر کس بات کا وزیراعظم ہوتا ۔یہ پڑھے لکھے قانون دانوں کا حال ہے ۔سو ایسی قوم سے آپ کیا امید رکھ سکتے ہیں اگر قارئین برا نہ مانیں تو عرض کروں کہ ہماری قوم ہی قصوروار ہے جو ہر غلط بات کو درست تسلیم کرتی ہے ۔اور کسی غلط کام پر کوئی احتجاج نہیں کرتا ۔احتجاج کرتا بھی ہے تو اس وقت جب پانی سر سے اونچا ہو چکا ہوتا ہے ۔

یہ درست بلکہ بعض وزرائے اعظم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کے ماتحت افسران خود ان سے زیادہ وفادار بننے کی کوشش میں ایسی حرکات کر بیٹھتے ہیں جو غیر مناسب ہوتی ہیں ۔اگر یہ سچ ہو تو آخری ذمہ داری بہرطور وزیراعظم پر ہی آتی ہے اور وہ وزیراعظم ہی کیا جو نہیں جانتا کہ اس کے ماتحت کیا کر رہے ہیں ۔''فتوے بدرا بہانہ ہا بسیار''پہلی بار تو ناتجربہ کاری کی بنا پر غلطی ہو سکتی ہے کہ وہ بھی نا قابل معافی نہیں ہے لیکن دوسری مرتبہ کی غلطی تو بالکل ہی نا قابل معافی ہے ۔بیوقوف قوم ہوگی جو کسی رہنما کو دو سے زیادہ دفعہ موقع دے کہ وہ پاکستان کو اپنے باپ کی جاگیر کی طرح استعمال کرے ۔

ہماری مملکت میں جمہوریت کا نام لینا ہی غلط ہے یہاں تو صرف 'رامپوریت' رائج ہے ۔الاماشاءاللہ ۔اس پر جمہوریت کا پیوند لگانا ایک فاش غلطی ہوگی ۔دراصل سیاستدانوں کو یا فوجی افسروں کو الزام دینا بھی غلط ہے ،یہ سیاستدان اور یہ فوجی افسر آخر آتے کہاں سے ہیں ۔

ہندوستان اور پاکستان میں مزاجوں کا بہت فرق ہے ۔کرپشن دونوں جگہ موجود ہے ،فرق صرف یہ ہے کہ بھارت میں پہلی ترجیح قوم کو دی جاتی ہے اور اپنی ذات کو دوسری ،جبکہ پاکستان میں اپنی ذات پہلے نمبر پر ۔جب تک ہم اپنا مزاج نہیں بدلیں گے یہ قوم نہیں بدل سکتی اور جب تک قوم نہیں بدلے گی قوم کے حالات درست نہیں ہونگے ۔اسی اصلاح سے بچنے کیلئے ہم اکثر اپنی توجہ نان ایشوز پر مرکوز رکھتے ہیں اور اصل ایشو کو نظر انداز کر دیتے ہیں اصل ایشو پر لگتی ہے محنت زیادہ جس سے ہم جی چراتے ہیں اور زبانی جمع خرچ پر اکتفا کرتے ہیں ۔(بشکریہ نوائے وقت)

عہد نبوت میں اسلام کی آزمائش

(استاز فتحی یکن)

نوٹ!(اس مضمون کا پہلا حصہ ماہ جولائی میں چھپ چکا ہے)

عہد نبوت میں اسلام کو جس زہرہ گداز آزمائش سے دوچار ہونا پڑا، وہ اگر ماقبل کی رسالتوں اور رسولوں کی آزمائش سے بڑھ کر نہ تھی تو ان سے کم بھی نہ تھی۔

اسلام پہلے دن سے جاہلیت کے خلاف بغاوت تھا۔ یہ اعلان جنگ تھا ان تمام قواعد اور بنیادوں کو اکھاڑ پھینکنے کا جن پر جاہلی معاشرہ کی عمارت کھڑی تھی۔

اسلام کا مزاج یہ نہیں ہے کہ تخریبی ڈھانچوں سے مصالحت کرلے یا کچھ ترمیمات و اصلاحات پر بس کرلے وہ نصف یا چوتھائی حل کو قبول نہیں کرتا اور پیوند کاری اور بھاؤ تاؤ کا انکار کر دیتا ہے اس کا مقصد تخریب و تعمیر کی سیاست کا قیام ہے۔ تخریب جاہلیت کی اس کے پیش نظر ہے۔

چونکہ یہ اس دعوت کا مزاج ہے جس کو لے کر محمد بن عبداللہ ﷺ اٹھے، اس لئے یہ امر بدیہی ہے کہ جاہلیت کی طاقتیں اٹھ کھڑی ہوں گی اور اپنے وجود کے دفاع میں سر پیر ایک کر دیں گی اور اس کے لئے تخریب اور تباہی کے تمام ہتھیار استعمال کریں گی یہاں تک کہ مشرکین کی اسلام دشمنی اور الہامی وحی کے خلاف ان کی جنگ اس انتہا کو پہنچ جائے گی جس کا بیان کرنا ناممکن ہے۔

اعصاب کی جنگ

حضور اکرمؐ کے خلاف اس جنگ میں جاہلی سپہ سالاروں نے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کئے اور اسلام کا کام تمام کرنے کے لئے تمام ہتھیار استعمال کئے اور قرآنی رفتار کو روکنے کے لئے اپنی تمام طاقتیں لگا دیں۔

سب سے پہلے انہوں نے نہایت ہی گھٹیا اسلوب استعمال کیا جس کا مقصد رسول اکرمؐ کے اعصاب کو تباہ کرنا اور آپ کی بلند معنوی روح کو برباد کرنا تھا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے استہزاء و تمسخر کے بدترین حملے کئے جنہیں قرآن نے بیشتر مقامات پر نقل کیا ہے:

وقالوا لن نومن لك حتى تفجر لنا من الارض ينبوعا ٥ او تكون لك جنة

من نخيل وعنب فتفجر الانهر خللها تفجيرا o او تسقط السمآء كما زعمت علينا كسفا او تاتی باللّٰہ والملئکۃ قبیلا o او یکون لك بيت من زخرف او ترقی فی السمآء ولن نومن لرقيك حتى تنزل علينا كتبا تقروه ط(بنی اسرائیل:۹۰ تا ۹۳)

(اورانہوں نے کہا ''ہم تیری بات نہ مانیں گے جب تک کہ تو ہمارے لئے زمین کو پھاڑ کر ایک چشمہ جاری نہ کردے یا تیرے لئے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو اور تو اس میں نہریں رواں کردے، یا تو آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرادے جیسا کہ تیرا دعویٰ ہے یا خدا اور فرشتوں کو رو، دررو، ہمارے سامنے لے آئے یا تیرے لئے سونے کا ایک گھر بن جائے یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور چڑھنے کا بھی ہم یقین نہ کریں گے جب تک کہ تو ہمارے اوپر ایک ایسی تحریر نہ اتار لائے جسے ہم پڑھیں''۔)

جب یہ سطحی اور گھٹیا ہتھکنڈے ناکام ہوگئے تو مشرکین نے رسول کے خلاف الزامات اور بہتانوں کا ایک سلسلہ شروع کیا اور انہیں ہر گلی کوچے میں پھیلا دیا تاکہ اس پر سے لوگوں کا اعتماد اٹھ جائے اور اللہ کے راستے سے عوام رک جائیں۔

جسے وہ کل تک صادق وامین کہتے آ رہے تھے اس پر کتنے الزامات لگائے گئے اور بے بنیاد باتیں اس کی طرف منسوب کی گئیں، اسلام کو قتل کرنے کے لئے انہوں نے کتنے تیر چھوڑے اور نو خیز اسلامی تحریک کے امیر کے خلاف انہوں نے کتنی جنگیں لڑیں، حتیٰ کہ قرآن کہتا ہے:

وقد مکروا مکرھم وعند اللّٰہ مکرھم ط وان کان مکرھم لتزول منه الجبال o (ابراہیم:۴۶)

(انہوں نے اپنی ساری ہی چالیں چل دیکھیں، مگر ان کی ہر چال کا توڑ اللہ کے پاس تھا اگرچہ ان کی چالیں ایسی غضب کی تھیں کہ پہاڑ ان سے ٹل جائیں۔)

لیکن ان ساری آزمائشوں اور سختیوں کے باوجود محمد ﷺ کے عزم ویقین میں اضافہ ہی ہوتا گیا، ہر طرح کے چیلنج کو قبول کرنے اور ہر نوع کی کشمکش پر غالب آنے کی صلاحیت بڑھتی گئی اور ہزار ہا قربانیوں کے باوجود عزم محکم جواں ہوتا گیا۔

ولید بن مغیرہ۔سرداران جاہلیت کا پیشوا اور ایک زبردست طاغوت۔نے ایک دن قریش کو

مخاطب کر کے کہا: اے قریش کے لوگو، حج کا موسم قریب آ لگا ہے عربوں کے وفود اس موسم میں تمہارے پاس آئیں گے، محمد کا نام انہوں نے ضرور سن لیا ہوگا اس شخص کے بارے میں کسی ایک رائے پر متفق ہو جاؤ اور اختلاف نہ کرو کہ ایک دوسرے کی تکذیب کرنے لگو۔

لوگوں نے کہا: ہم کہیں گے کہ یہ شخص کاہن ہے۔ اپنی کہانت کے بل پر لوگوں کو بہکاتا پھرتا ہے۔

ولید نے کہا: نہیں، بخدا وہ کاہن نہیں ہے۔ میں نے کاہنوں کو دیکھا ہے لیکن اس کا انداز کاہنوں کا سا ہرگز نہیں ہے۔

لوگوں نے کہا: ہم کہیں گے کہ یہ شخص مجنوں اور پاگل ہے۔

ولید نے کہا: وہ مجنوں بھی نہیں ہے، ہم نے جنون دیکھا ہے اور اسے اچھی طرح جانتے ہیں نہ تو وہ کسی شخص کا گلا گھونٹتا ہے نہ اس کے سینے میں کسی قسم کا خلجان پیدا کرتا ہے۔

تب لوگوں نے کہا: ہم اسے شاعر کہیں گے۔

ولید نے کہا: وہ شاعر بھی نہیں ہے۔ ہم شعر کی تمام اقسام جانتے ہیں، شعر گوئی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ولید بن مغیرہ کے بارے میں قرآن میں وعید اور دھمکی نازل ہوئی تاکہ اس کے لئے اور اس جیسی ذہنیت رکھنے والے دوسرے لوگوں کے لئے قیامت تک عبرت کا کام دے:

کلاء انه کان لایتناعنیدا ٥سارهقه صعوُدا ٥انه فکروقدر ٥فقتل کیف قدر٥ثم قتل کیف قدر ٥ثم نظر ٥ثم عبس وبسر٥ثم ادبرواستکبر٥فقال ان هـذاالاسـحریوثر ٥ ان هـذاالاقول البشر ٥سـاصـلیـه سقر ٥ومالدرلك ماسقر٥لاتبقی ولا تذر٥ لواحةللبشر٥علیهاتسعةعشر٥(مدثر:۱۶تا۳۰)

(ہرگز نہیں، وہ ہماری آیات سے عناد رکھتا ہے۔ میں اسے عنقریب ایک کٹھن چڑھائی چڑھواؤں گا اس نے سوچا اور کچھ بات بنانے کی کوشش کی تو خدا کی مار اس پر کیسی بات بنانے کی کوشش کی۔ ہاں خدا کی مار اس پر، کیسی بات بنانے کی کوشش کی۔ پھر (لوگوں کی طرف) دیکھا۔ پھر پیشانی سکیڑی اور منہ بنایا۔ پھر پلٹا اور تکبر میں پڑ گیا۔ آخر کار بولا یہ کچھ نہیں ہے مگر ایک جادو جو پہلے سے چلا آ رہا ہے، یہ تو ایک انسانی کلام ہے۔ عنقریب میں اسے دوزخ میں جھونک دوں گا۔

اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دوزخ؟ نہ باقی رکھے نہ چھوڑے۔ کھال جھلس دینے والی۔ انیس کارکن اس پر مقرر ہیں)

پھر قرآن کریم دور نبوی میں تحریک اسلامی کے لئے جاہلی چیلنجوں کی مختلف شکلیں بیان کرتا ہے:

ام یقولون شاعرنتربص به ریب المنون ٥قل تربصوافانی معکم من المتربصین ٥ام تامرھم احلامھم بھذآام ھم قوم طاغون ٥ام یقولون تقوله ج بل لایومنون ٥فلیاتوابحدیث مثله ان کانواصدقین ٥ (طور:۳۰ تا ۳۴)

(کیا لوگ کہتے ہیں کہ یہ شخص شاعر ہے جس کے حق میں ہم گردش ایام کا انتظار کر رہے ہیں؟ ان سے کہو اچھا، انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں کیا ان کی عقلیں انہیں ایسی ہی باتیں کرنے کے لئے کہتی ہیں؟ یا درحقیقت یہ عناد میں حد سے گزرے ہوئے لوگ ہیں؟ کیا یہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے یہ قرآن خود گھڑ لیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ ایمان نہیں لانا چاہتے۔ اگر یہ اپنے اس قول میں سچے ہیں تو اسی شان کا ایک کلام بنا لائیں۔)

تعذیب وایذاءدہی اور قتل کی کوششیں

کفار مکہ زبانی الزام و بہتان اور تہمت تراشی پر خاموش نہ رہے بلکہ متعدد بار نبی ﷺ کو زک پہنچانے اور قتل کرنے کی کوشش کی۔

ب وہ نفسیاتی و اعصابی اور الزاماتی جنگوں سے مایوس ہو گئے اور مقصد میں کامیابی نہ ہوئی تو حسی جنگوں کا سلسلہ بھی شروع کیا اور داعیان اسلام کو طرح طرح سے اذیتیں دینے لگے۔ اور باپ دادا کے دین سے پھر جانے والوں اور لات و ہبل کے انکار کرنے والوں کے خلاف ہر جگہ انہوں نے ظلم و انتقام اور عداوت کی آگ بھڑکا دی۔

ایک دن خانہ کعبہ میں سرداران قریش اکٹھا ہوتے ہیں اور محمدؐ اور اپنے مقدس معبودوں کے خلاف آپ کی تنقیدوں کا تذکرہ شروع کر دیتے ہیں، کہتے ہیں: ہم نے اب تک کسی شخص کے معاملے میں اتنا صبر و ضبط نہ کیا تھا جتنا اس شخص کے بارے میں کیا ہے۔ اس نے ہمارے خواب منتشر کر دیئے، ہماری جماعت میں افتراق پیدا کر دیا، ہمارے معبودوں کو گالی دی، ہم نے ایک

اہم معاملہ میں خاموشی اختیار کر رکھی ہے اس نے ہمارے آباؤ اجداد کو برا بھلا کہا ہے، ہمارے دین کا مذاق اڑایا ہے۔۔۔۔ابھی یہ لوگ اسی طرح کی باتیں کر رہے تھے کہ محمدؐ کا ادھر سے گزر ہوا۔اچانک ان لوگوں نے چھلانگ لگائی او رچاروں طرف سے آپ کو احاطہ میں لے لیا اور چیخ پڑے: کیا تم ہی اس طرح کی باتیں کہتے پھر رہے ہو؟ نبی پورے اعتماد اور یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ:''ہاں''میں ہی اس طرح کی باتیں کررہا ہوں۔'' آپ نہایت صراحت سے اور پوری بیباکی سے اس کو تسلیم کر رہے تھے، ان کا کبرو غرور چاک کر رہے تھے اور ان کے طاغوت پر طمانچہ مار رہے تھے۔اس دن رسول اکرم ﷺ کا جو حال ہوا وہ سب کو معلوم ہے۔کفار آپ پر پل پڑے تھے کہ اتنے میں ابوبکر صدیقؓ پہنچ گئے اور آپ کو بچایا اور یہ کہہ کر دفاع کیا:

اتقتلون رجلا ان يقول ربى الله (مومن:۲۸)

(کیا تم ایک شخص کو صرف اس بنا پر قتل کر دو گے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے؟)

جب مشرکین کو ناکامی ہوئی اور سارے حیلے ناکارہ ثابت ہوئے تو انہوں نے دارالندوہ میں ایک کانفرنس بلائی۔اس وقت مسلمان ہجرت مدینہ کا آغاز کر چکے تھے چنانچہ ان بزدلوں نے سوچا کہ محمدؐ کے ساتھیوں کی عدم موجودگی میں ان کا کام تمام کر دیا جائے۔

جب انہوں نے قتل کا پروگرام بنایا اور تمام لوگوں نے متفقہ طور پر اسے پاس کر دیا تو اللہ نے ان کی چال طشت ازبام کر دی اور ان کی ساری تدبیر دھری رہ گئی:

واذيمكربك الذين كفروا ليثبتوك اويقتلوك اويخرجوك ، ويمكرون ويمكرالله ، والله خيرالمكرينo (انفال:۳۰)

(وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جبکہ منکرین حق تیرے خلاف تدبیریں سوچ رہے تھے کہ تجھے قید کر دیں یا قتل کر ڈالیں یا جلاوطن کر دیں وہ اپنی چالیں چل رہے تھے اور اللہ اپنی چال چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے۔)

ہجرت مدینہ کے بعد جبکہ جنگ بدر میں اسلام کو جاہلیت پر غلبہ حاصل ہو چکا تھا صفوان بن امیہ نے عمیر بن مرہب کو خفیہ طریقے سے محمدؐ کے قتل پر ابھارا اور یہ لالچ دلا کر اسے اس کام کے لئے دعوت دی کہ وہ عمیر کے سارے قرضے ادا کر دے گا اور اس کے بال بچوں کی کفالت کرے

گا۔ چنانچہ عمیر تلوار حمائل کر کے مدینہ آیا اور رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ جب اسے رسول اللہؐ نے دیکھا تو فرمایا: عمیر، اور قریب ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ قریب ہو گیا اور یوں سلام کیا: صبح بخیر ہو۔

یہی دورِ جاہلیت کا سلام تھا۔ اللہ کے رسول نے فرمایا:

''عمیر، اللہ نے ہمیں تم سے بہتر سلام کرنے کا طریقہ بتایا ہے اس نے ہمیں السلام علیکم کہنے کا حکم دیا ہے جو جنتیوں کا سلام ہے۔''

اس نے کہا: اے محمدؐ، میں پہلی بار سن رہا ہوں۔

اللہ کے رسولؐ نے پوچھا: ''عمیر، کس مقصد سے آئے ہو؟''

عمیر: میں ان قیدیوں کی خاطر آیا ہوں۔ آپ ان کے ساتھ اچھا سلوک کیجئے۔

رسول اللہؐ: ''لیکن گردن میں یہ تلوار کیوں لٹک رہی ہے؟''

عمیر: ان تلواروں کا ستیاناس ہو، کیا ان سے آپ نے ہمیں بے نیاز کر دیا ہے؟

رسول اللہؐ: ''سچی بات بتاؤ، کس مقصد سے آنا ہوا؟''

عمیر: میرے آنے کی واحد غرض یہی تھی۔

رسول اللہ: ''نہیں بلکہ تم اور صفوان بن امیہ حجرے میں بیٹھے تھے۔ تم دونوں نے قریش کے مذہب سے پھر جانے کا ذکر کیا پھر تم نے کہا: اگر میرے اوپر قرض نہ ہوتا اور میرے بال بچے نہ ہوتے تو میں محمدؐ کو قتل کرنے کے لئے نکل پڑتا۔ چنانچہ صفوان بن امیہ نے تمہارے قرضوں کی ادائیگی اور تمہارے بال بچوں کی کفالت کا ذمہ لیا اور تم مجھے قتل کرنے نکل کھڑے ہوئے حالانکہ اللہ تمہارے اس مقصد کے درمیان حائل ہے۔''

عمیر: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اے اللہ کے رسول، ہم آپ کی آسمانی خبروں اور آپ پر نازل ہونے والی وحی کی مخالفت کرتے اور آپ کو جھٹلاتے تھے لیکن اس سودے بازی میں صرف میں اور صفوان شامل تھے، بخدا مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ ہی نے آپ کو اس حقیقت سے باخبر کیا ہے میں اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس نے میری ہدایت کی اور مجھے اسلام قبول کرنیکی توفیق دی۔

آزمائش دَورِصحابہ میں

دورنبوت میں داعیان اسلام بدترین قسم کی تعذیب واذیت کے شکار ہوئے ان کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ اللہ پر ایمان لائے تھے اور طاغوت کوانہوں نے ٹھکرادیا تھا۔اوران کا گناہ اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ انہوں نے فطرت کی آواز پر لبیک کہا تھا اوردنیوی مال ومنال سے بہت بلند ہو گئے تھے۔

تنہا یہ جرم مشرکین کے غیض وغضب میں بھڑکنے اور مسلمانوں کو بلارورعایت ظلم وستم کی بھٹی میں تپانے کے لئے کافی تھا۔یہ آزمائش چندافراد یا کسی خاص طبقہ تک محدود نہ تھی بلکہ مردوعورت، چھوٹے بڑے، غلام وآزادسب اس کی لپیٹ میں تھے۔ابن اسحاق کا کہنا ہے کہ مشرکین نے ہر اس شخص کا جینادوبھر کردیا جواسلام لایااور رسول ﷺ کا پیروکار ہوگیا۔چنانچہ ہرقبیلہ نے اپنے مسلمان ہونے والےافراد پر حملے کئے انہیں مار پیٹ ،بھوک پیاس،قیدوبند،تپتی ہوئی ریت پر گھسیٹنے اور چلچلاتی دھوپ میں ریگستان پرلٹانے کی صعوبتیں پہنچائیں۔

بلالؓ

جب دھوپ سخت ہوجاتی تو امیہ بن خلف بلال حبشیؓ کوباہر نکالتااور مکہ کی چٹانوں پرانہیں لٹا دیتاپھران کے سینے پر بھاری پتھر رکھنے کاحکم دیتااوردھمکی دیتے ہوئے کہتا:تم اسی طرح اس بھاری پتھر کے نیچے دبے رہوگےتا آنکہ تم مرجاؤیامحمدؐکاانکارکردویالات وعزیٰ کی عبادت کرنے لگو۔لیکن بلال رضی اللہ عنہ پورے عزم ویقین کے ساتھ ہربار اسی اسلامی نعرہ کوبلند کرتے: احد،احد،وہ ایک ہے،وہ ایک ہے۔

آل یاسرؓ

قبیلہ بنومخزوم یاسر کے پورے خاندان کوباہرنکالتے،انہیں مکہ کی سخت دھوپ میں اذیت دیتےاوران کےجسموں کولوہے کی گرم سلاخوں سے داغ دیتے۔

باپ یاسرؓ اپنی ضعیفی اور کبرسنی کی وجہ سے ان عذابوں کوبرداشت نہ کرسکےاورانتقال کرگئے۔

ماں سمیہؓ نے ابوجہل کوبرابھلا کہا جس کی وجہ سے اس دشمن خدانے طیش میں آکران کی کوکھ میں وہ نیزہ مارا کہ وہ شہید ہوگئیں۔یہ اسلام کی راہ میں پہلی شہید خاتون ہیں۔

عثمان بن مظعونؓ

جب عثمان بن مظعونؓ نے اپنے داعیان دین بھائیوں کو ابتلا دآزمائش کے دور سے گزرتے دیکھا تو ولید بن مغیرہ کی پناہ پر انہیں غیرت آئی اور انہوں نے سوچا کہ ایک مشرک شخص کی امان میں صبح وشام کرنا میرے لئے توہین ہے۔ چنانچہ وہ ولید کے پاس پہنچے اور اس کی امان لوٹا دی اور اس سے کہا: آج سے میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی امان نہیں ڈھونڈھوں گا۔ پھر مشرکین کو سخت وسست الفاظ میں مخاطب کیا۔ چنانچہ لبید بن ربیعہ اٹھا اور اس نے ان کو ایسا زبردست طمانچہ مارا کہ آنکھ باہر نکل آئی۔ ولید بن مغیرہ قریب ہی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا: بھتیجے! اگر تو میری پناہ میں ہوتا تو تیری آنکھ کا بال بیکانہ ہوتا۔ بخدا تو بڑی مضبوط پناہ میں تھا۔ عثمانؓ نے جواب میں کہا: نہیں، بخدا میری دوسری آنکھ جو تندرست ہے اس کا بھی یہی حشر ہونا چاہئے۔ میں اس ذات کی میں پناہ میں ہوں جو تم سے بھی طاقتور ہے پھر یہ اشعار کہے:

فان تك عينى فى رضا الرب نالها
يدا ملحد عنى وليس بمهتد
فقد عوض الرحمن منها ثوابه
ومن يرضه الرحمن ياقوم يسعد
فانى وان قلتم غوى مضلل
سفيه على دين الرسول محمد
اريد بذاك الله والحق ديننا
على الرغم من يبغى علينا ويعتدى

(یعنی اگر رضائے رب کی راہ میں میری آنکھ کو ایک ایسے ملحد نے نقصان پہنچایا ہے جو گمراہ ہے، ہدایت سے دور ہے تو

رحمٰن نے اس کے بدلے مجھے اپنے ثواب سے نوازا ہے اور جس سے اے میری قوم، رحمٰن خوش ہو جائے وہ سعادت مند اور کامران ہے؟

اگر تم لوگ کہتے ہو کہ میں گمراہ ہوں، ضلالت کا مارا ہوا ہوں، رسول محمد ﷺ کے دین پر

مضبوطی سے جماہوا ہوں۔

تو اس سے میرا مقصود خدا کی رضا ہے اور ہمارا دین حق ہے چاہے ظلم وستم کے کتنے ہی کوڑے برسیں اور تعذیب وایذا دہی کے کتنے ہی ہتھکنڈے استعمال کئے جائیں۔)

یہ تھی دور نبوت میں ایمان کی حالت! وہ برابر آگے بڑھتا رہا اور بلا خوف وخطر قربانی پر قربانی دیتا چلا گیا۔

عشق بڑھتا رہا سوئے ورسن، زخم کھاتا ہوا مسکراتا ہوا
راستہ روکتے روکتے تھک گئے زندگی کے بدلتے ہوئے زاویئے

دن گزرتے گئے، ظلم وستم بڑھتا گیا، رات کی تاریکی اپنی چادر اور پھیلانے میں مصروف رہی لیکن حق کی روشنی غالب آتی گئی اور تمام مصیبتوں اور پریشانیوں کے باوجود اجالا پھیلتا چلا گیا۔

دعوت دین کے علمبردار دنیا کی غلامی اور اس کی شہوتوں کی پرستش سے بے نیاز اور آزاد ہو گئے پھر تو اللہ کی اطاعت کے بغیر ان کی نیندیں حرام ہوگئیں، جہاد کوانہوں نے شہادت کا راستہ اور جنت اور اخروی کامیابی کا دروازہ سمجھا:

ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل اللّٰه امواتا ط بل احياء عند ربهم يرزقون o فرحين بما اتهم اللّٰه من فضله لا ويستبشرون بالذين لم يلحقوا بهم من خلفهم لا الا خوف عليهم ولا هم يحزنون o يستبشرون بنعمة من اللّٰه وفضل لا وان اللّٰه لا يضيع اجر المومنين o (آل عمران: ۱۶۹ تا ۱۷۱)

(جولوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو، وہ تو حقیقت میں زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں، جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے اس جوش وخرم ہیں اور مطمئن ہیں کہ جو اہل ایمان ان کے پیچھے دنیا میں رہ گئے ہیں اور ابھی وہاں نہیں پہنچتے ہیں ان کے لئے بھی کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔ وہ اللہ کے انعام اور اس کے فضل پر شاداں وفرحاں ہیں اور ان کو معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ مومنوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ (جاری)

حرب اسلامی اور دفاع پاکستان

(کرنل فضل ربی)

غزوۂ حنین شوال ۸ھ

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّ ضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَo (القرآن 25:9)

اللہ اس سے قبل بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کر چکا ہے۔ابھی غزوہ حنین کے روز۔اس روز تمہیں اپنی کثرت تعداد کا گھمنڈ تھا، مگر وہ تمہارے کچھ کام نہیں آئی اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔

وادی طائف میں قبیلہ ہوازن اور ثقیف دو قبیلے آباد تھے یہ قبیلے نہایت طاقتور اور جنگو تھے۔ ان قبائل کو اسلامی تحریک سے سخت نفرت تھی چنانچہ فتح مکہ کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا کہ قبل اس کے کہ مسلمان ان پر حملہ آور ہوں مسلمانوں کی فوجی قوت کا خاتمہ کیا جائے۔دیگر قبائل سے مدد لے کر چار ہزار پر مشتمل لشکر نے مالک بن عوف کی سرکردگی میں وادی حنین میں پڑاؤ ڈالا۔یہ قبائل اپنے ساتھ عورتوں، بچوں اور بھیڑ بکریوں کو بھی میدان جنگ میں لے آئے۔تاکہ مال واسباب اور اہل وعیال کی محبت کی خاطر کوئی بھاگنے کی کوشش نہ کرے۔بلکہ میدان جنگ میں جان دینے پر آمادہ ہو۔

نبی کریم ﷺ کو جیسے علم ہوا تو آپؐ نے صحیح اور قطعی معلومات حاصل کرنے کیلئے عبداللہ بن حدادا سلمیؓ کو ان قبائل کی طرف بھیجا۔تیاری کے طور پر نبی کریم ﷺ نے سپاہ اور سامان جنگ کے حصول کیلئے انتظامات شروع کئے۔

غزوہ فتح مکہ کے لئے آئے ہوئے دس ہزار سپاہ اور دو ہزار قریشی نو مسلموں کا لشکر تیار ہوا۔ نبی کریم نے کوچ کا حکم دیا اور وادی حنین میں پہنچ گئے۔دشمن کے مقابلے میں اسلامی لشکر کی تعداد چار گنا تھی۔اس لئے کسی نے مادی تیاری کو دیکھ کر "**اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ**" جیسے

فخریہ الفاظ کہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں آئے۔

نبی کریم ﷺ کی قیادت میں جب اسلامی لشکر وادی میں داخل ہوا تو صبح کی تاریکی ابھی برقرار تھی دشمن متوقع راستے پر پہلے سے مورچہ بندی کر چکا تھا۔ ہر تنگ گھاٹی اور گزرگاہ پر گھات (AMBUSH) لگائے بیٹھا تھا۔ جیسے اسلامی لشکر کا مقدمۃ الجیش (SCOUTS) پیش قدمی کرتا ہوا آگے بڑھا۔ دشمن نے بھرپور حملہ کیا اسلامی لشکر پسپا ہوا۔ چند جانثار مہاجر اور انصار آپ (ﷺ) کے پاس رہ گئے آپؐ نے ہٹنے والوں کو آوازیں دیکر بلایا۔ منتشر صحابہؓ نے دلیری سے دوبارہ حملہ کیا اور دشمن کو مکمل شکست دی۔ جیسے ارشاد ربانی ہے۔

ترجمہ! اللہ نے بہت سے موقعوں پر تمہاری مدد کی ہے اور (غزوہ) حنین کے دن بھی۔

غزوہ حنین میں نبی کریم ﷺ نے مندرجہ ذیل حفاظتی تدابیر اختیار کیں۔

جدید اسلحہ کا حصول اور استعمال غزوہ حنین میں نبی کریم ﷺ نے دشمن پر تعداد میں برتری کے ساتھ ساتھ اسلحے میں بھی برتری حاصل کی۔

آپؐ نے اپنے چچا زاد بھائی نوفل بن حارث بن عبدالمطلب سے تین ہزار نیزے مستعار لئے صفوان بن اُمیہ سے سو زرہیں معہ ہتھیار مستعار لیں۔ اس غزوہ کے دوران آپؐ نے حضرت عروہ بن مسعود اور غیلان بن سلمہ کو منجنیق اور دیگر آلات حرب بنانے کی ترکیب سیکھنے کے لئے مقام جرش میں بھیجا تھا۔ نیز غزوہ طائف میں پہلی دفعہ نئے ہتھیار استعمال ہوئے۔ یہ ہتھیار منجنیق اور دبابے تھے۔ جو ٹینک اور توپ خانے کے مشابہ تھے۔

ثابت قدمی غزوہ حنین کے موقع پر مقدمۃ الجیش (SCOUTS) جیسے وادی میں داخل ہوئی گھات لگائے ہوئے دشمن نے اپنی کمین گاہوں سے تیراندازی شروع کی۔ مسلمانوں کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اچانک حملہ کس طرف سے ہوا۔ جیسے ہراول دستہ پسپا ہوا۔ پیچھے سے آنے والے **قلب** (CENTRE) میں نومسلم بھی تھے۔ جہاد فی سبیل اللہ اور اس کے فضائل سے یہ ناواقف نومسلم بری طرح سے پیٹھ پھیر کر بھاگے جس سے اولوالعزم مسلمانوں کے حوصلے بھی پست ہوئے اور یوں بھگدڑ میں ہر ایک نے کسی تحقیق کے بغیر واپسی کی راہ لی۔ صرف چند جاں نثار

صحابہ کرامؓ نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہ گئے۔ ایسے حالات میں نبی کریم ﷺ ثابت قدمی سے ڈٹے رہے۔ دفاعی حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے بھاگتے ہوئے سپاہ کو پکارا۔ حضرت عباسؓ جو جہر الصوت (بلند آواز) تھے۔ انہیں اِس کام پر مامور کیا۔ نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک پر" **اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابنُ عَبْدُالمُطلِب** "جیسے ترغیبی کلمات تھے، صحابہ کرامؓ کے اندر جذبہ جہاد اُبھار کر ان کی صفوں کو دوبارہ درست کیا۔

اِسی ترہیب وترغیب کی بدولت صحابہ کرامؓ جلدی میں سواریوں سے اُتر کر اور ہتھیار پھینک کر واپس لوٹے اور اس انداز سے حملہ کیا کہ دشمن کے زور (TRUST) کو توڑ کر اسے میدان جنگ چھوڑنے پر مجبور کیا۔

تعاقب دشمن کا تعاقب کر کے اِسے آخری ٹھکانے تک پہنچانا دفاعی حکمت عملی کا ایک ضروری جزو ہے۔ تعاقب ہی کی بدولت فتح کی تکمیل ہوتی ہے۔ اِسی تدبیر (TACTICS) کے پیش نظر نبی کریم ﷺ نے میلوں تک دشمن کا تعاقب کیا۔

دشمن کے سپاہی منتشر ہوئے اور نخلہ، اوطاس اور طائف کی طرف بھاگ گئے۔ اسلامی لشکر نے اوطاس اور نخلہ کے علاقوں سے فارغ ہو کر طائف میں محصور بنوثقیف پر حملہ کیا۔ بنوثقیف نے اپنے قلعے کی مرمت کر لی۔ اِس کے اندر اتنا سامان خوردونوش رکھ لیا کہ ایک سال کیلئے کافی تھا۔ اسلامی افواج نے اٹھارہ روز تک قلعے کا محاصرہ جاری رکھا اور قلعے کی تسخیر کے لئے منجنیق اور دبابے اِستعمال کیئے۔ دشمن نے مسلمانوں پر تیراندازی کی جس سے بارہ مسلمان شہید ہوئے۔ سپہ سالار اعظم علیہ السلام نے اِن کے باغوں کو کاٹنے اور جلانے کا حکم دیا۔ نیز منادی کرا دی کہ قلعے سے جو غلام ہمارے پاس اُتر کر آئے گا وہ آزاد ہوگا۔ اِس اعلان کے نتیجہ میں کئی آدمی نکلے۔

غزوۂ تبوک رجب ۹ھ

وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِی الحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُحَرًّا لَوْ کَانُوْا یَفْقَهُوْنَo (9-81 القرآن)

اور انہوں نے لوگوں سے کہا کہ اِس سخت گرمی میں نہ نکلو اِن سے کہو کہ جہنم کی آگ اِس سے

زیادہ گرم ہے۔کاش انہیں سمجھ ہوتی۔

پس منظر فتح مکہ کے بعد حجاز کا تمام علاقہ اسلامی قلمرو میں داخل ہوا اور یوں عرب سے باہر غیر اقوام سے جہاد بالسیف کا موقع آ پہنچا۔ نبی کریم ﷺ کو اطلاع ملی کہ رومی شام میں بڑی فوج تیار کر رہے ہیں۔ نیز ہرقل نے اپنے ساتھیوں کو ایک سال کی تنخواہ بھی دے دی ہے۔ دنیا کے نقشے پر اِس وقت دو بڑی طاقتیں (Super Powers) روم اور فارس تھیں۔ چونکہ مسافت لمبی تھی اور راستے میں جنگلات تھے۔ نیز دشمنوں کی بڑی تعداد سے مقابلہ تھا۔ اِس لئے نبی کریم ﷺ نے واضح الفاظ میں سمت اور مد مقابل کا اعلان کر دیا تا کہ مکمل تیاری کی جا سکے۔ اِن ایام میں شدید گرمی تھی۔ گرمی کی تیزی کی بدولت قحط اور افلاس کا زمانہ تھا۔ دوسری طرف پھل پک رہے تھے اس سال زیادہ پیداوار کی اُمید تھی۔ اِس کے باوجود تیس ہزار غیر تنخواہ دار صحابہ کرامؓ اپنی اپنی سواری اور انتظام کے ساتھ تیار ہوئے نبی کریم ﷺ نے انفاق فی سبیل اللہ کی اپیل کی۔ مقدور بھر تمام صحابہ کرامؓ نے مالی امداد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور ابو عقیل انصاری رضوان اللہ اجمعین نے تو مثالیں قائم کیں۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ کو مدینے کا حاکم مقرر کیا۔ اور خود تیس ہزار کے لشکر جرار کو چودہ دن کے عرصے میں تبوک کے میدان تک پہنچا دیا۔

رومیوں کو اپنی سرحد میں مسلمان فوج کی اطلاع ملی تو تعجب ہوا۔ مسلمانوں کی سرعت کے ساتھ حرکت پذیری (MOBILITY) کو دیکھ کر انہیں مقابلے کی ہمت نہ ہوئی۔ ابن ہشام کے مطابق نبی کریم ﷺ نے دس راتیں تبوک میں گزاریں۔☆ آس پاس کے قبائل کے ساتھ جزیہ دینے اور امن سے رہنے کے معاہدے ہوئے۔ غزوہ تبوک میں نبی کریم ﷺ نے بحیثیت سپہ سالار مندرجہ ذیل دفاعی حکمت عملی اختیار کی۔

ہدف کی وضاحت نبی کریم ﷺ جنگی منصوبوں میں حد درجہ رازداری سے کام لیتے۔

جہاد کی تیاری کا اعلان کرتے مگر لڑائی کے فریق اور مقام کو صیغہ راز میں رکھتے۔ حتیٰ کہ ازواج مطہرات پر بھی یہ راز نہ کھولتے۔ اِس سلسلے میں نبی کریم ﷺ اشاروں اور کنایوں سے کام لیتے جہاں کا قصد فرماتے تو اِس کے خلاف دوسرے رُخ کے بارے میں معلومات حاصل کرتے۔ یا بطور توریہ کے دوسرے جہاد کو ظاہر فرماتے۔

غزوہ تبوک کے موقع پر پہلی دفعہ مسلمانوں نے ایک غیر قوم سے لڑنا تھا۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ نے خلافِ معمول کوچ (MOVE) سے قبل صاف طور پر رومیوں کے مقابلے پر جانے کا اعلان کردیا۔ اِسی لئے کہ اِسی وضاحت سے ایک طرف تو عرب علاقے کے اندر راز فاش کرنے کا کوئی خطرہ موجود نہ تھا۔ تو دوسری طرف طویل مسافت اور مکمل تیاری کے پیشِ نظر کھلم کھلا اعلان ضروری تھا۔

کعب بن مالکؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو بہت کم ایسا اتفاق ہوا کہ کسی جہاد کا ارادہ کریں اور صحیح مقام نہ چھپائیں۔ جب غزوہ تبوک جانے لگے تو اِن دنوں سخت گرمی تھی اور سفر بھی دور دراز جنگل کا درپیش تھا اور دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اِس لئے نبی کریم ﷺ نے صاف صاف مسلمانوں کو کہہ دیا کہ میں تبوک جانا چاہتا ہوں۔ تاکہ وہ دشمن کے مقابلے کے مطابق تیاری کر لیں اور جس طرف جانا تھا وہ بھی کہہ دیا۔

حرکت پذیری (MOBILITY) نبی کریم ﷺ ہجرت مدینہ کے دن ہی سے دشمن پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ اِن کے حالات سے باخبر رہ کر اپنے دفاع کیلئے موثر تدابیر اختیار فرماتے۔ ۹ھ میں جیسے شام سے آئے ہوئے تاجروں سے رومی سرحد پر قیصر روم کی سپاہ کے اجتماع کا ذکر سنا تو فوراً اپنی تیاری شروع کی۔ شدید گرمی اور مدینہ میں قحط کے باوجود تیس ہزار کے لشکر کو تقریباً چودہ دن میں چھ سو بیاسی کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے تبوک پہنچا دیا یہ فاصلہ اتنی سرعت کے ساتھ طے ہوا کہ اہلِ روم کو یقین نہ آ سکا اِسی غیر متوقع آمد کی بدولت دشمن کو مقابلے کی ہمت نہ

ہوئی اور یوں بغیر لڑے بھڑے یہ مہم پایہ تکمیل تک پہنچ گئی۔

نظم وضبط (DISCIPLINE) غزوہ تبوک مسلمانوں کیلئے بڑی آزمائش تھی صحابہ کرامؓ کی مالی کمزوری، شدید گرمی کا موسم اور تیار فصلیں الغرض سارے حالات ایسے تھے جو فریضہ دفاع سے غفلت کی دعوت دے رہے تھے لیکن اس کے باوجود صرف تین صحابہ کرام بغیر کسی عذر کے پیچھے رہ گئے تھے جو بعد میں خود ہی احتساب کیلئے پیش ہوئے۔سواریاں کم ہونے کی وجہ سے دو دو صحابہ کرامؓ نے باری باری ایک اونٹ پر سفر کیا۔اُونٹ کے بیٹھنے اور لاجواب ہونے کی صورت میں ابوذر غفاریؓ نے بوجھ پیٹھ پر لاد دیا اور چل پڑے۔

حضرت ابوخثیمہؓ کے لئے گھر میں صفائی کا اہتمام ہوا تھا، ٹھنڈا پانی اور کھانا تیار رکھا گیا تھا۔ اِس اہتمام پر نظر ڈال کر فرمایا۔اللہ کے رسولؐ تیز دھوپ اور گرم ہوا میں ہوں گے اور ابوخثیمہؓ گھر بیٹھ کر کھانا کھائے۔قسم کھا کر فرمایا اِس مقام میں داخل نہیں ہوں گا۔ جب تک رسول اکرمؐ سے نہ ملوں فوراً اونٹ منگوایا اور تیزی سے تبوک پہنچ گئے۔سفر کے دوران جب لشکر اسلام مقام حجر پر پہنچا تو لوگوں نے یہاں کے کنویں سے پانی بھرا۔آپؐ نے فرمایا کوئی آدمی یہاں کا پانی نہ پیئے اور نہ اِس سے وضو کرے اور نہ کیلئے رات کو لشکر سے تنہا نکلے۔تیس ہزار مجاہدین نے اِس حکم پر عمل کیا ماسوائے بنی ساعدہ کے دو اشخاص کے جن میں سے ایک شخص بھول کر قضائے حاجت کیلئے جبکہ دوسرا اُونٹ تلاش کرنے نکل گیا تھا۔

دفاعی فریضہ میں سستی پر تادیبی کاروائی غزوہ تبوک میں تین اولوالعزم صحابہ کرامؓ پیچھے رہ گئے تھے اِس غزوہ میں اِن صحابہ کرامؓ کی عدم شمولیت ارادتاً نہیں تھی بلکہ آج اور کل نکلنے میں وقت گزرتا تھا یہاں تک کہ اسلامی لشکر واپس آ گیا اس کے باوجود اِن کو سخت قسم کی سزا دی گئی۔مدینہ آ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

لَا تَکَلَّمن اَحَدًا مِنْ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَة۔

اِن تینوں میں سے کسی ایک کے ساتھ بات بھی نہ کرنا۔

تمام معاشرے نے ان کے ساتھ سوشل بائیکاٹ کیا۔عام صحابہ کرامؓ سے لے کر ان کے رشتہ داروں اور اہل وعیال نے بھی ان کے ساتھ لاتعلقی اختیار کی ۔یہ سزا پچاس دن تک دی گئی ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی ان کو معاف کردیا۔ارشار باری تعالیٰ ہے۔

اور تینوں کو بھی اس نے معاف کیا جن کے معاملہ کو ملتوی کردیا گیا تھا۔جب زمین اپنی ساری وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور ان کی اپنی جانیں بھی ان پر بار ہونے لگیں اور انہوں نے جان لیا کہ اللہ سے بچنے کے لیے کوئی جائے پناہ اللہ کے دامن رحمت کے سوانہیں ہے تو اللہ اپنی مہربانی سے ان کی طرف پلٹا تا کہ وہ اس کی طرف پلٹ آئیں ۔یقیناوہ معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔(118:9القرآن)

اس واقعہ سے بخوبی یہ پتہ لگتا ہے کہ ہنگامی حالات میں ہر مسلمان ملک وملت کی سلامتی کے لیے اپنی خدمات بجالانے کا پابند ہے اگر اس فریضہ کی بجا آوری میں غیر ارادی طور پر غفلت برتنے پر اتنی سخت سزا سنت رسولؐ ہےتو جولوگ ہنگامی حالات میں ارادتادین کی سربلندی اور ملک کے دفاع میں کوتاہی سے کام لیتے ہیں ۔ان کی سزا کا اندازہ آسانی کے ساتھ اس واقعہ کی روشنی میں لگایا جاسکتا ہے۔

جہاد کی تاکید

غزوہ تبوک سے واپسی پر سورہ توبہ نازل ہوئی جس میں کعب بن مالک اور اس کے دو ساتھیوں کی برأت نازل ہوئی۔ساتھ ہی مسلمان اپنے ہتھیار بیچنے لگے کہ جہاد ختم ہوگیا یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپؐ نے انہیں منع کیا اور فرمایا میری اُمت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر جہاد کرتی رہے گی تا آنکہ دجال ظاہر ہو۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی انفرادیت

1۔ دوسرے سلسلوں کی روحانی معراج اور آخری منزل کشف وکرامات کا حصول ہے لیکن ہمارے سلسلہ میں اُنکی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ ہمارے سلسلہ کا آخری مقصد اللہ کا قرب، عرفان اور لقاء کا حصول ہے۔

2۔ بزرگان عظام اور اولیائے کرام کی کرامات برحق اور انکی دعاؤں کی مقبولیت مسلم لیکن ہم مشکل کشاء اور حاجت رواصرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو مانتے ہیں۔

3۔ موجودہ دور کی مصروف زندگی کو مدنظر رکھتے ہوئے مختصر اور سہل اوراد واذکار تلقین کیئے جاتے ہیں۔

4۔ ہمارے سلسلہ میں مجاہدہ کیلئے غصہ اور نفرت کو مکمل طور پر نفی کرنے اور عالمگیر محبت اور صداقت کو اختیار کرنے کی مشق کروائی جاتی ہے۔ یہ تربیت گھر کی چار دیواری کے اندر احسن طریقے سے ہوسکتی ہے۔

5۔ بانی سلسلہ توحیدیہ کے وصیت نامہ کے مطابق سلسلہ توحیدیہ کے روحانی پیشوا کا منصب ہمیشہ ہمیشہ کیلئے غیر وارثتی ہوگا۔

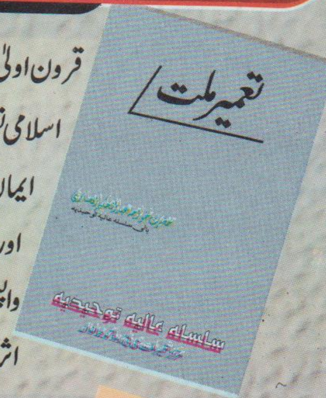
6۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیم مذہبی گروہ بندیوں اور فرقہ واریت سے بالاتر اور وسعت قلب ونظر کی مظہر ہے۔

7۔ ہمارے سلسلہ میں مریدوں کی تعداد بڑھانے کیلئے اندھادھند بیعت نہیں کیا جاتا ہر شخص کو بیعت کرنے سے پہلے کم ازکم چھ ماہ طالب رکھا جاتا ہے تاکہ وہ جماعت کے مقاصد سے اچھی طرح آگاہ ہوکر داخل سلسلہ ہو۔

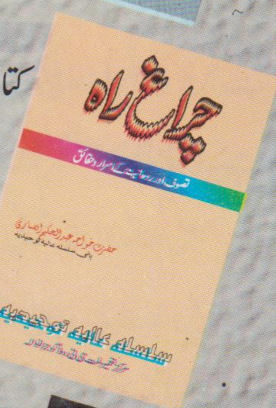
8۔ سلسلہ توحیدیہ میں متوازی زندگی بسر کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ جس میں نہ تو دنیا کو ترک کرنے کی اجازت ہے اور نہ ہی اِس میں غرق ہوجانے کی۔

Monthly FALAH-E-ADMIYYAT

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف



قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



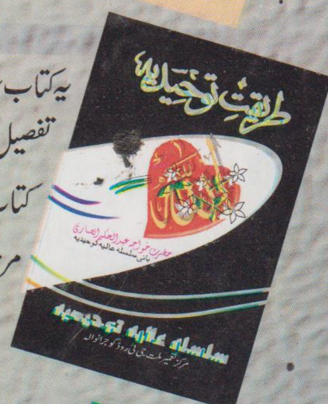
کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔

سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔

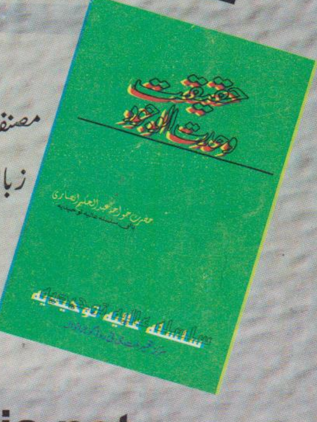
زوال امت میں امراء، علماء، صوفیا کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔

تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوف کے انسانی زندگی پر اثرات۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد و اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔



وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔

مصنفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدہ کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقا اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریہ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔

Website: www.toheedia.net